جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ

لاہور

فروری
۲۰۱۶ء

بیاد

عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ جدید

ماہنامہ

انوار مدینہ

شمارہ : ۲	جمادی الاوّل ۱۴۳۷ھ / فروری ۲۰۱۶ء	جلد : ۲۴

سیّد مسعود میاں	سیّد محمود میاں
نائب مُدیر	مُدیر اعلیٰ

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر

برطانیہ، اَفریقہ .... سالانہ 13 ڈالر

اَمریکہ .... سالانہ 16 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور اِی میل ایڈریس

www.jamiamadniajadeed.org

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

اَکاؤنٹ نمبر اَنوارِ مدینہ 2-7914-100-020-0954

مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)

رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302

جامعہ مدنیہ جدید (فیکس) : 042 - 35330311

خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310

فون/فیکس : 042 - 37703662

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۷
دورِ حاضر کے سیاسی اور اِقتصادی مسائل اور اِسلامی تعلیمات و اِشارات	حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ	۱۰
اِسلام کیا ہے ؟	حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ	۲۲
پیارے بچوں کے لیے قرآن کے پیارے قصے	حضرت مولانا شیخ مصطفٰی صاحب وہبہ	۳۳
حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی دینی حمیت اور موجودہ دور میں اِس کی ضرورت واہمیت	حضرت مولانا محمد اَبوبکر صاحب پورنوی قاسمی	۳۹
اِتباعِ سنت	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری	۵۵
گلدستۂ اَحادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۶۰
وفیات		۶۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

۲۳ /جنوری کے روزنامہ نوائے وقت کے صفحہ پانچ پر ''مختصر خبریں'' کے زیرعنوان خبروں میں ایک خبر یہ بھی ہے کہ

'' تاجکستان پولیس نے تیرہ ہزار اَفرد کی زبردستی داڑھیاں مونڈ وادیں ''

داڑھی جو مردوں کے چہرے پر جوانی کے آغاز میں خود بخود نکلتی ہے مولوی، غیر مولوی مسلمان اور کافر کے اِختیار کا اِس کے نکلنے نہ نکلنے میں کچھ دخل نہیں ہوتا بلکہ یہ قدرت کا تحفہ ہے جو مردوں کو مردانہ وجاہت کے ذریعہ صنفِ نازک سے ممتاز کر دیتا ہے اِس سے ''سچا چہرہ'' ''نر'' دکھائی دیتا ہے جبکہ ''چھیلا'' ہوا چہرہ نر مادہ کے درمیان کی ''بیمار مخلوق'' سُجھائی دیتا ہے اِسی لیے داڑھی مونڈوں کی سوسائٹی میں اگر کسی مرد کی داڑھی کے بال نہ اُگیں تو وہ بے اِعتمادی اور اِحساسِ کمتری کا شکار ہو کر منہ چھپائے پھرتا ہے اور خود اِس کے ہم جنس اِس کا یا تو مذاق اُڑا رہے ہوتے ہیں یا تسلیاں دے رہے ہوتے ہیں ! ! ! آخر کیا وجہ ہے کہ کاسمیٹکس کی صنعت مارکیٹ میں اب تک ایسی کریم کیوں متعارف نہ کرواسکی کہ جس کے اِستعمال سے مردوں کے چہرے پر سرے سے بال اُگنے ہی نہ پائیں.... ؟ ؟ ؟ ایسی دوائیں تو یقیناً ہوں گی جو بالوں کو اُگاتی ہیں مگر جس کا مذہب ہی داڑھی مونڈنا اور اُس سے نفرت ہو وہ اِس بال اُگاؤ دوا کی تلاش میں کیوں سرگرداں ہے ! ! ! اِس کا یہ مضحکہ خیز عمل خود اُس کی

بیمار ذہنیت کی چغلی کھا رہا ہے یقینًا ایسے اِنسان کو کھرا آدمی پاگل ہی کہے گا اور اگر مروت سے کام لیا تو نفسیاتی مریض۔

اِس فطری اور بے اِختیار عمل کو کوئی شخص اپنے چہرے پر باقی رکھنا چاہے تو یہ اُس کا پیدائشی اور فطری حق ہے جس طرح ناخن اور سر کے بال اپنے اِختیار سے ہر کوئی چھوٹے بڑے کر سکتا ہے بالکل اِسی طرح داڑھی بھی ہر مرد کے بدن کا بلا شرکتِ غیر ایک جز ہے، اگر داڑھی مونڈنے والا اپنے اِختیار سے چھیل کر اپنا چہرہ بگاڑ سکتا ہے تو داڑھی کو باقی رکھنے والا اپنے ہی اِختیار سے اپنے ہی چہرے کو سجانے کا حق کیوں نہیں رکھ سکتا ؟ اپنے ہی جسم پر اِنسان کی اپنی خواہش کی ایسی پامالی پر اِنسانی حقوق کے علمبردار کیوں خاموش ہیں ؟ ؟ ؟

اِس دور میں جس بے دردی کے ساتھ تاجکستان اَفغانستان شام کشمیر فلسطین عراق وسطی اَفریقہ میانمار اور ہندوستان میں گزشتہ ستر اَسی برس سے حقوق کی آزادی کا گلا گھونٹا جا رہا ہے دُنیا میں اِس کی کم ہی مثالیں مل سکیں گی۔

تنگ نظری اور عدمِ برداشت کا مزاج کفار کی سرشت کا حصہ ہے اِن کفار کی شاگردی میں جا کر اِن کو اپنا اُستاد بنانے والی مسلم سوسائٹیوں میں اُن کی نفسیاتی بیماریاں منتقل ہو کر جڑ پکڑ گئی ہیں اپنے اُستادوں کی مرعوبیت نے اِن کو بھی دقیانوس، بے برداشت اور تنگ نظر بنا کر رکھ دیا ہے جس کے نتیجہ میں اِن کا اپنا شعور مر گیا اور فطرت سے بغاوت اِن کو بھلی دکھائی دینے لگی۔

اِسلام نے داڑھی کے معاملہ میں کفار پر جبر نہیں کیا رکھیں یا نہ رکھیں وہ آزاد ہیں، اِسلامی تعلیمات کے نتیجہ میں بلند نظری اور فراخ دلی پیدا ہوتی ہے وہ ''جبر'' کو ''بے جبری'' کی زنجیر سے جکڑ کر اپنی موت مار دیتا ہے، دُنیا کی قیادت اور جہانبانی کے گُر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی قیادت کے طفیل آخری اُمت کے خزانے کی پونجی ہے جو اِسی اُمت کے نادانوں کی ناقدری کی وجہ سے اَب بے آبرو ہے اِس اُمت کے کچھ دیوانے اِس لعلِ بے سرو سامان کی آبرو پر اپنا سب کچھ قربان کر کے بھلے وقت کے اِنتظار میں دونوں جہانوں کی سعادتیں سمیٹنے میں لگے ہوئے ہیں۔ فَجَزَاھُمُ اللّٰہُ خَیْرًا .

اَلبتہ آخر میں ایک اِعتراف جو نفسیاتی مریضوں کے حلق سے تو نہ نکل سکا مگر اُن کے قلم نے اُگل دیا ضرور ملاحظہ فرماتے چلیں :

''لندن (آن لائن) برطانیہ میں کی گئی ایک تحقیق میں کہا گیا ہے کہ داڑھی میں اینٹی بائیوٹک بیکٹیریا پائے جاتے ہیں جو اِنسان کو جلدی بیماریوں سے محفوظ رکھتے ہیں محققین کے خیال میں شیو کرنے سے جلد پر خراشیں لگتی رہتی ہیں جس سے بیکٹیریا کی نشوونما میں مدد ملتی ہے دُوسرے الفاظ میں داڑھیاں انفیکشن کے خلاف مزاحمت کرتی ہیں ۔'' (روزنامہ نوائے وقت ۲۳؍ جنوری ۲۰۱۶ء صفحہ ۱۰)

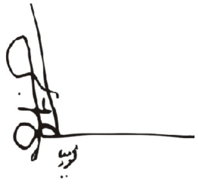

مخیّر حضرات سے اَپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُالاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ۔ (اِدارہ)

مولای صلِّ وسلِّم دائماً ابدًا — درسِ حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اَقدس پیرومرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ اِنتظام ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ حضرتِ اَقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

اللہ رب العزت کے نزدیک محبوب عمل
حُبٌّ فِی اللّٰہِ اور بُغْضٌ فِی اللّٰہِ ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

آقائے نامدار ﷺ نے اِرشاد فرمایا :

اَتَدْرُوْنَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ تعالٰی ؟ قَالَ قَائِلٌ : اَلصَّلٰوۃُ وَالزَّکٰوۃُ وَ قَالَ قَائِلٌ : اَلْجِھَادُ . قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَ الْبُغْضُ فِی اللّٰہِ .[1]

''کیا جانتے ہو کہ کون سا عمل اللہ کو زیادہ محبوب ہے ؟ کسی نے عرض کیا نماز اور زکوۃ اور کسی نے کہا جہاد (اللہ کو سب سے محبوب ہے) جنابِ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل یہ ہے کہ خدا ہی کے واسطے محبت رکھے اور خدا ہی کے واسطے بغض رکھے۔''

اِس حدیث مبارکہ میں جو تعلیم دی گئی ہے وہ صرف دو جملے ہیں اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ لیکن جنابِ رسول اللہ ﷺ کو اِس بات کی اہمیت سمجھانی تھی اِس لیے پہلے سوال فرمایا کہ کون سا عمل

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الاداب رقم الحدیث ۵۰۲۱

خدا کو سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے ؟ پھر جب صحابہ کرامؓ نے جواُن کی نظر میں سب سے زیادہ بڑی نیکیاں تھیں ذکر کیں تب آخر میں آپ نے فرمایا کہ خدا کو سب سے محبوب عمل حُب فی اللہ اور بغض فی اللہ ہے۔

ممکن ہے آپ کو اِس حدیث پاک کو پڑھ خیال ہو کہ جو اِس پر عمل کرے اُسے نماز، روزے اور زکوة کی بھی ضرورت نہیں رہے گی تو اِس کے بارے میں عرض ہے کہ نماز، زکوة یا جو نیکیاں صحابہ کرامؓ کو معلوم تھیں اور فرض تھیں اُن کی نفی فرمانی مقصود نہیں بلکہ مزید ایک نیکی تعلیم فرمانی مقصود ہے تا کہ جو باتیں پہلے بتلائی جا چکی ہیں اُن پر عمل کرنے اور اُنہیں فرض جاننے کے ساتھ ساتھ اِس چیز کے حصول کی بھی کوشش کرتے رہیں کیونکہ ایسی نیکیاں جیسے حب فی اللہ اور بغض فی اللہ وغیرہ خود دراصل نماز وغیرہ کے ثمرات میں سے ہیں، یہ فرض عبادتیں تو اُن کی جڑ ہیں جس طرح جڑ کے بغیر شاخ اور پھل نہیں ہوتے ہیں اِسی طرح یہ عمدہ اَخلاق بغیر نماز جیسی فرض طاعتوں کے حاصل نہیں ہوتے۔

اور یاد رکھیں کہ ہر عبادت کی کوئی خاص تاثیر بھی ہوتی ہے کیونکہ ہر عبادت میں مسلمان اللہ کی ذاتِ پاک کی طرف تھوڑی بہت توجہ ضرور کرتا ہے کسی کی توجہ لمحہ بھر کسی کی چند منٹ رہتی ہے تو کسی کی تمام عبادت کے دوران قائم رہتی ہے اور کسی کا یہ حال ہوتا ہے کہ خداوندِ کریم کی ذات کی طرف ہر وقت ہی قلب متوجہ رہتا ہے اور نماز وغیرہ عبادتوں میں اور زیادہ متوجہ ہو جاتا ہے۔ غرض ہر شخص کو عبادت میں اُتنا حصہ نصیب ہو ہی جاتا ہے جتنی اُس کی توجہ رہے، عام لوگوں کی توجہ چند لمحے رہتی ہے پھر دِل و دماغ اِدھر اُدھر چکر کاٹنے لگتے ہیں مگر یہ تھوڑی تھوڑی توجہ بھی کام دیتی ہے یہ بڑی ہی قیمتی چیز ہے کیونکہ توجہ اِلی اللہ کے وقت جسمِ اِنسانی میں نورانی لہریں پیدا ہوتی ہیں اور توجہ اِلی اللہ کے وقت جو نورانیت پیدا ہوتی ہے وہ غذاءِ رُوح ہے اِس سے رُوحِ اِنسانی کو قوت و صحت دونوں حاصل ہوتی ہیں اور اِنسان کے اَخلاق خود بخود رُوح قوت اور صحت کے ساتھ درست ہونے شروع جاتے ہیں اِرشادِ ربانی ہے ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ یقیناً نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کی یاد یقیناً سب سے بڑی ہے۔

تو گویا فرائض کی تعمیل ایسا پل ہے کہ جسے پار کیے بغیر اَخلاقِ فاضلہ تک صحیح معنوں میں رسائی نہیں ہوسکتی اور وہ صحابہ کرام کو معلوم تھے اُن پر عمل میں وہ ذرّہ برابر کوتاہی نہیں کرتے تھے اِس لیے آقائے نامدار ﷺ نے وہ باتیں تعلیم فرمانی چاہیں کہ جن کے قبول کرنے کی اُن کے قلوب میں کامل اِستعداد پیدا ہوچکی تھی اِس لیے ارشاد ہوا اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ.

اِس میں گویا خواہش ِنفس کو قطعًا ختم کر دینے کی تعلیم دی گئی ہے کیونکہ کسی سے محبت اور نفرت کرنا بہت حد تک ایک دُوسرے سے نفع حاصل کرنے کی خاطر ہوا کرتا ہے اور کم اَز کم راحت تو ضرور حاصل ہوتی ہے مثلاً اِنسان اپنی اَپاہج اَولاد سے بھی محبت کرتا ہے اُس کی تکلیف دیکھ کر دِل بھر آتا ہے اور راحت دیکھ کر سکونِ قلبی حاصل ہوتی ہے مگر اِس حدیثِ مبارکہ میں ایک اور محبت سکھائی گئی ہے جو اِس سے بھی اَعلیٰ اور لافانی ہے، وہ یہ ہے کہ بندہ دُوسرے سے محبت اور بغض میں کوئی لالچ اور ذاتی منفعت و مضرت کو پیش ِنظر رکھنے کے بجائے اپنی فطرت کو مغلوب کر کے صرف ذاتِ خداوندی اور مرضیاتِ اِلٰہی کو اَپنانے کا عادی بنے، اِس حد تک اِس کی مشق بڑھائے کہ اُسے ہر اُس شخص کو دیکھ کر راحت حاصل ہونے لگے جو خداوندِ کریم کی مرضیات پر چلتا ہو، اور ہر اُس شخص کو دیکھ کر طبیعت بھاگنے لگے جو خدا کی نافرمانی میں لگا ہو، یہی نہیں بلکہ یہ بھی ٹیسٹ کرے کہ نافرمان شخص اگر آج توبہ کر رہا ہے تو آیا اُسے اِس سے ایک دم نفرت کے بجائے محبت ہوتی ہے یا نہیں ؟ اور فرمانبردار شخص اگر معاذ اللہ معصیت میں مبتلا ہوجائے تو اِس سے طبیعت کو نفرت ہوتی ہے یا نہیں ؟ گویا کسی کی ذات نہ اُسے محبوب ہو نہ مبغوض، نہ اُسے کسی سے اُلفت ہو نہ نفرت بلکہ صرف خدا کی رضا طلبی اُس کی رضامندی بن جائے اور خدا کی معصیت اُس کے نزدیک ایک نفرت کی چیز ہو اور حظِ نفس قطعًا فنا ہوجائے۔

بس یہ محبت کی اعلیٰ قسم ہے جسے یہ محبت و عداوت حاصل ہوگی اُسے گویا ایک قسم کی غناء حاصل ہوگی اِس لیے صحابہ کرام کو جو خیارِ اُمت تھے جناب ِرسول اللہ ﷺ نے ایک دِن اِس کی تعلیم دی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں غلط راستے پر چلنے سے محفوظ رکھے راہِ راست پر قائم رکھے اور آخرت میں آقائے نامدار ﷺ کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین۔ اِختتامی دُعا............ ✿ ✿ ✿

علمی مضامین سلسلہ نمبر۱۰ (قسط:۲)

''خانقاہِ حامد یہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث ،فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تاحال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

دورِ حاضر کے سیاسی اور اِقتصادی مسائل

اور

اِسلامی تعلیمات و اِشارات

﴿ حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ ﴾

اِنفرادی مِلک کی ضرورت :

گائے بیل وغیرہ جتنے بھی جانور ہیں اُن کے سامنے صرف پیٹ بھرنے یعنی بقاءِ حیات کا مسئلہ ہے قدرت اُن کی رہنمائی کرتی ہے اور یہ جانور قدرتی ذخیروں سے پیٹ بھر لیتے ہیں، یہاں ملکیت کا سوال پیدا نہیں ہوتا اگر اِنسان کے سامنے بھی صرف بقاءِ حیات کا مسئلہ ہوتا تو قطعاً ضرورت نہیں تھی کہ اِنسان کے حق میں مِلک ، مِلک کی حیثیت اور اُس کی ضرورت پر بحث کی جاتی لیکن اِنسان کے سامنے پیٹ سے پہلے خود اِنسانیت کا مسئلہ ہے ! اِنسان ہے تو لامحالہ اُس میں اِنسانیت ہونی چاہیے، اِنسانیت کیا ہے

اِنسانیت کیسے پیدا کی جائے ، اِن مسائل کو اگر پیٹ کے مسئلہ سے مقدم نہ رکھا جائے تو اِنسان اور حیوان میں فرق نہ رہے۔

مسئلہ اِنسانیت اور اُس کا حل :

مسئلہ اِنسانیت اُس وقت تک حل نہیں ہوسکتا جب تک قدرت کی پیدا کردہ چیزوں پر قدرت کی طرف سے اَفرادِ اِنسان کے لیے ایسے تصرفات کا حق نہ تسلیم کیا جائے جن کو مالکانہ تصرفات اور مالکانہ اِختیارات کہا جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اِنسان سماج چاہتا ہے اور سماج یا معاشرہ ہی ایسی خصوصیت ہے جو اِنسان کو حیوانات سے ممتاز کرتی ہے اور تعمیر و تمدن اور ترقی کی بنیاد بنتی ہے، اِنسانیت ایسی خصوصیتوں اور خصلتوں کا نام ہے جن سے معاشرہ اور سماج میں خوبی اور عمدگی پیدا ہو جن کے ذریعہ ایک اِنسان بہترین سماج کا معمار بن سکے ورنہ کم اَز کم کسی باعزت اور شریف سوسائٹی کا رُکن بن سکے۔

معاشرہ اور سماج کے لیے باہمی رابطہ تعاون اور اَمن بنیادی شرط ہے، اِن شرطوں کے بغیر سماج کا وجود ہی نہیں ہوسکتا اور اگر بالفرض وجود ہو جائے تو وہ باقی نہیں رہ سکتا اور اچھا سماج وہ ہے جس کے اَفراد کا باہمی رابطہ اُنسیت اور محبت کے رشتہ میں جکڑا ہوا ہو، ہمدردی کی پسیج اُس رشتہ کے اَندر سرایت کیے ہوئے ہو، رحم اور شفقت کے پودے لگے ہوئے ہوں جو بڑھ چڑھ کر سماج کو اِنسانیت اور شرافت کا گلشن بنا رہے ہوں۔

اَسبابِ محبت :

محبت رُوحانی تعلیم سے بھی پیدا ہوسکتی ہے، ماں باپ کی محبت فطری ہوتی ہے لیکن سماج اور معاشرہ کا ہر ایک فرد دُوسرے کا ماں باپ نہیں ہوتا اُس میں برابر کے بھائی بہن بھی ہوتے ہیں اور ایسے اجنبی بھی ہوتے ہیں جن سے خون کا کوئی رشتہ نہیں ہوتا یا اگر ہوتا ہے تو بہت دُور کا، رُوحانی تربیت بھی ہر ایک کا حصہ نہیں ہے۔

حُسن کا چرچا بہت ہے جس کے لیے عشق و محبت کا سرمایا لُٹایا جاتا ہے مگر اِس پر متاعِ جان

قربان کرنے والے بہت کم ہیں، حضراتِ شعراء کو دُنیاءِ شعر میں صرف ایک ہی مجنون ملا ہے مگر اُس کا بھی حسب ونسب معلوم نہیں اور نہ یہ معلوم کہ کس مُلک کا رہنے والا تھا، لفظِ ''مجنون'' عربی ہے اِس سے اَنداز ہوتا ہے کہ صحرائے عرب کا ہوگا۔

بہر حال مخصوص صورتوں اور نادِر مثالوں کو چھوڑ کر عام بات یہی ہے کہ محبت اور اُنسیت ثمرہ ہوتا ہے اِحسان کا، نتیجہ ہوتا ہے لطف وکرم کا، اِیثار اور قربانی کا، داد و دَہش اور سخاوت کے پودوں پر محبت کے پھول کھلا کرتے ہیں، ہدیہ اور تحفہ کی ڈالیوں پر عنایت وشفقت کے غنچے چٹخا کرتے ہیں لیکن یہ اَسبابِ محبت جب ہی وجود میں آسکتے ہیں اور معاشرہ وسماج وجود پذیر ہوکر بہتر جب ہی بن سکتا ہے جب اَفراد کو مالکانہ اِختیارات حاصل ہوں اور جن چیزوں کو قدرت کی اَمانت کہا گیا ہے وہ اُن اَفراد کے لیے مملوک کی حیثیت رکھیں، سخاوت جب ہی ہوسکتی ہے جب اپنے پاس کچھ ہو، تب ہی کسی پر اِحسان ہو سکے گا، تب ہی اِیثار اور قربانی کی حقیقت کھل کر سامنے آئے گی کہ آپ ضرورت مند کی ضرورت کو مقدم رکھتے ہیں یا اپنے بنک بیلنس کی خیر مناتے ہیں۔

اِسلام ایک خاص قسم کا سماج رُونما کرنا چاہتا ہے، قرآن شریف کی ہدایت اور تعلیم کے بموجب اُس کے اَفراد ایسے ہونے چاہئیں :

''جو خرچ کرتے رہتے ہوں خوشی میں اور تکلیف میں، جو دَبا لیتے ہوں غصہ اور معاف کرتے ہوں لوگوں کو۔'' (سورۂ آلِ عمران آیت : ۱۳۴)

''جو نماز کو پوری شان کے ساتھ اَدا کریں اور اللہ تعالیٰ نے جو اُن کو دیا ہے اُس میں سے پوشیدہ اور ظاہر (ہر طرح) خرچ کرتے رہیں۔'' (سورۂ رعد آیت : ۲۲)

''جو یتیم، مسکین اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں ایسی حالت میں کہ جب کھانا خود اُن کو محبوب ہو، (وہ خود ضرورت مند ہوں اور نیت یہ ہو کہ) ہم صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے لیے کھانا کھلاتے ہیں، تم (بھوکوں اور ضرورتمندوں) سے نہ اِس کا کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔'' (سورۂ دہر آیت : ۹)

''جن کی کروٹیں اَوقاتِ شب میں بستروں سے جدا رہیں، خدا کا خوف رکھتے ہوئے اُس کی رحمت کی اُمید لگاتے ہوئے اپنے رب کو یاد کرتے رہیں اور جو کچھ اللہ نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے رہیں۔'' (سورۂ سجدہ آیت : ۱۶)

''جو رات کو بہت کم سوئیں، اَوقاتِ سحر میں اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہیں جن کے مالوں میں سائل کا بھی حق ہو اور اُس کا بھی جو محروم ہے (مگر سوال نہیں کرتا)۔'' (سورۂ ذاریات : آیات ۱۷، ۱۸، ۱۹)

''جو خدا کے عہد کو پورا کریں اُس کو توڑیں نہیں اور اُن سے جوڑے رکھیں جن سے جوڑنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، جو اپنے رب سے ڈرتے رہیں اور اَندیشہ رکھیں بُرے حساب کا، جو اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کے لیے صبر سے کام لیتے ہیں۔'' (سورۂ رعد : آیات ۲۰، ۲۱، ۲۲)

''جو پورا کرتے ہیں منت کو اور ڈرتے رہتے ہیں اُس دِن سے جس کی برائی پھیل پڑے گی۔'' (سورہ دہر : آیت ۷)

''برائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہوں۔'' (سورۂ رعد آیت : ۲۲)

''جو کام کریں آپس کے مشورے سے اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' (سورۂ شوریٰ آیت : ۳۸)

''جو صبر کرنے والے سچے ہوں، حکم بجا لانے والے، خرچ کرنے والے اور گناہ بخشوانے والے پچھلی رات (اَوقاتِ سحر) میں۔'' (سورۂ آل عمران آیت : ۱۷)

اِس طرح کا معاشرہ اور سماج ہر ایک اِصلاحی تحریک کا مقصد اور نصب العین ہونا چاہیے لیکن اِس طرح کے سماج کی تشکیل و تخلیق میں جو چیز بنیادی حیثیت رکھتی ہے وہ ''اِنفاق'' ہے یعنی اپنی دولت کو خرچ کرنا، اِحسان اور لطف و کرم جب ہی ہوتا ہے جب کوئی اپنی جیب سے خرچ کرے یہی خرچ دُوسرے کو متاثر کرتا ہے، اپنی ضرورت کو پیچھے ڈال کر جب دُوسرے کی ضرورت مقدم سمجھی جائے گی اور

اُس پر عمل کیا جائے گا تو اِس کا ثمرہ جذبۂ شکر گزاری ہوگا جو شکر گزار کو جانثار بھی بنا سکتا ہے اور اِس کا اَثر وہ نظم وضبط بھی ہوگا جو جذباتِ جانثاری کے نتیجے میں پیدا ہو سکتا ہے کہ اِحسان کرنے والا قدرتی طور پر فرماں روا بن جاتا ہے جس کی حکومت دلوں پر ہوتی ہے ﴿ لِیَتَّخِذَ بَعْضُکُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا ﴾ تسخیر کا بہترین عمل اِحسان ہے خصوصًا وہ اِحسان جس میں اِیثار بھی ہو " اَلْاِنْسَانُ عَبْدُ الْاِنْسَانِ "

(۲)

اگر اَخلاق کی دُنیا میں ایسا اِنقلاب آجائے کہ بخل حرص طمع اِنسانیت کے جوہر مانے جائیں، کمزور کی کمزوری سے فائدہ اُٹھانا دانشمندی، کاروباری مکروفریب جھوٹا پروپیگنڈہ اور نمائش فنی کمالات سمجھے جائیں، ذخیرہ اَندوزی چور بازاری اور شاطرانہ چالوں سے اِستحصال پر فخر کیا جائے، خود غرضی اور زبردستی کو مذہب اور دھرم بنالیا جائے تو اِس سے پہلے کہ ہمارے دلائل کے قلعے مسمار ہوں ہم خود ہی بحث کا دروازہ بند کردیں گے۔ لیکن اگر اِنسانیت اور شرافت کا اِتنا وجود اور نمود باقی ہے کہ گرتے کو سنبھالنا، کمزور کی مدد کرنا، بے لوث اور بے غرض ہو کر کام کرنا، دُوسرے کے فائدے کے لیے اپنے فائدے کو پیچھے ڈال دینا، سیر چشمی سخاوت فراخ حوصلگی معاملہ کی صفائی سچائی دیانتداری جیسے اَوصاف وخصائل اِنسانیت کے جوہر اور اِنسان کے کمالات مانے جاتے ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اِنفرادی ملکیت کو ختم کر دیا جائے تو کیا کوئی ایسی صورت ہو سکتی ہے کہ یہ کمالات ظاہر ہوں اور اِنسانیت وشرافت کا سر بلند ہو ؟

بے شک اِنفرادی ملکیت ختم ہونے سے چند خرابیاں ختم ہو جائیں گی مثلاً چور بازاری ملاوٹ اور جھوٹے پروپیگنڈے کا موقع نہیں رہے گا مگر اِس خوبی کے ساتھ ....

پہلی خرابی یہ ہے کہ چور بازاری وغیرہ کا عمل اگرچہ ختم ہو جائے گا مگر وہ جذبہ جو چور بازاری یا ملاوٹ وغیرہ کا محرک ہوتا ہے ختم نہ ہوگا اور ممکن ہے وہ اپنی تسکین کے لیے کوئی دُوسری راہ نکالے جو اِس سے زیادہ شرمناک اور پُر خطر ہو۔

دُوسری خرابی یہ کہ وہ پاک جذبات جو مکارمِ اَخلاق یعنی رحم وکرم اور صداقت ودیانت کا سبب

اور محرک ہوا کرتے ہیں وہ اَفسردہ ہوکر بے نام ونشان ہو جائیں گے اور اِنسانیت ہم پلہ حیوانات بن کر رہ جائے گی۔

(۳)

ہمیں حریت اور آزادی کا بھی تجزیہ کرنا ہے جو اِنسان کا پیدائشی حق ہے اور جس کے لیے ہر قربانی نہ صرف صحیح بلکہ لازم اور واجب مانی جاتی ہے۔

جمہوریت کو عمل اور تجزیہ کی کسوٹی پر کسا گیا تو یہ نا قابلِ اِنکار حقیقت سامنے آئی کہ خود اپنی رائے اور ووٹ سے اپنے معاملات کی تکیل کو چند اَفراد کے ہاتھ میں دے دینے کا نام جمہوریت ہے، جمہوریت کو اگر جال کہہ دیا جائے تو غلط نہ ہوگا اگرچہ اِس جال کے بُننے والے جمہور ہی ہوتے ہیں اور وہی اِس جال کی رسی چند اَفراد کے حوالے کرتے ہیں، یہ جال برا نہیں بہت اچھا ہے بشرطیکہ یہ ذمہ دار اَفراد سچائی اور دیانتداری کے ساتھ دستور کی پابندی کریں اور صحیح معنی میں اپنے آپ کو جوابدہ سمجھیں لیکن اگر اِنفرادی ملکیت کو بھی اِس جال کی ڈوریوں میں لپیٹ دیا جائے تو پھر دیکھنا ہوگا کہ فرد کی حیثیت بااِختیار اور آزاد رہتی ہے یا فرد ایک مشین کا پرزہ بن جاتا ہے جو ''مشین مین'' کے اِشاروں پر گردش کے لیے مجبور ہو جاتا ہے اور حریتِ فکر یا شخصی آزادی تو دَر کنار ہوش وحواس سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

حلقہ در گردنم اَفگندہ دوست ... مے برو ہر جا کہ خاطر خواہ اوست [۱]

﴿ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ ﴾ ''فیصلہ صرف اللہ کا۔'' (سورۂ اَنعام آیت : ۵۷)

یہی وہ ممتاز مقام اور وہ حدِ فاصل ہے جو اِسلام کے مالی نظام کو ایک طرف کیپٹیل اِزم اور سرمایہ دارانہ نظام سے اور دُوسری طرف کمیونزم، اِشتراکیت اور اِشتمالیت سے جدا کرتی ہے ؎

درکف جامِ شریعت درکف سندانِ عشق ... ہر ہوسناکے نہ داند جام وسنداں باختن [۲]

---

[۱] میری گردن میں میرے دوست نے حلقہ ڈال دیا ہے اور جہاں اُس کی مرضی ہوتی ہے لے جاتا ہے۔

[۲] ایک ہاتھ میں شریعت کا جام ہے دُوسرے ہاتھ میں عشق کا سندان ہے، ہر ہوسناک نہیں جانتا جام اور سندان سے کھیلنا۔

اِسلام فرد کو ملکیت عطا کرتا ہے مگر یہ گوارہ نہیں کرتا کہ کسی وقت بھی فرد اِس حقیقت کو فراموش کردے کہ یہ مِلک درحقیقت اَمانت ہے جس کو ملکیت کی تعبیر مستعار دے دی گئی ہے۔

اِسلام دولت کی تقسیم خود کرتا ہے، تقسیم کے بعد فرد کو جو کچھ دیتا ہے وہ بھی اِس شرط پر کہ باقی ماندہ میں بھی اُس کو فیصلہ ٔخداوندی کی تعمیل کرنی ہوگی۔ اِسلام نے فیصلہ کے اُصول مقرر کردیے ہیں جن کے ماتحت تفصیلات مرتب کرنا اور اُن کو نافذ کرنا اُس نظام کے حوالہ ہوتا ہے جس کو ''خلافت'' کہا جاتا ہے جو ایک طرف حاکم علی الاطلاق یعنی خداوندِ عالم کی نیابت ہوتی ہے کہ وہ ذمہ داریاں پوری کرے جو رب العالمین نے اپنی مخلوق کے بارے میں اپنے اُوپر لی ہیں، مثلاً اِرشاد ہے :

﴿ وَمَا دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ (سُورۂ ہود آیت : ۶)

''اور کوئی نہیں پاؤں چلنے والا زمین پر مگر اللہ پر اُس کی روزی ہے۔''

دُوسری طرف وہ بندگانِ خدا کی نیابت ہوتی ہے تاکہ وہ خدمات اَنجام پاسکیں جن کے لیے جماعتی طاقت اور فیصلہ کی ضررت ہوتی ہے۔

خلیفہ صرف مخلوق کے سامنے نہیں بلکہ خالق کے سامنے بھی جوابدہ ہے اور اِسی لیے وہ پابند ہے کہ جس طرح مخلوق کے معاملات میں وہ شورٰی سے مشورہ کرے اِسی طرح وہ خالق کے عطا کردہ قانون اور دستور کے منشاء کو سمجھنے میں شورٰی سے مدد حاصل کرے۔ خلیفہ کے فرائض اور شرائط وغیرہ ہمارے موضوع سے خارج ہیں اَلبتہ وہ جس طرح دولت کی تقسیم کرے گا اُس کی تفصیل اِنشاء اللہ آئے گی۔

سرمایہ داری :

ایک مسلمان سرمایہ دار نہیں ہوسکتا، سرمایہ دار اپنی دولت کو خالص اپنی مِلک اور ایسی مِلک سمجھتا ہے جس کا وہ پوری طرح مالک ہے اور اُس کو من مانی کرنے کا پورا اِختیار ہے لیکن ایک مسلمان جس اِیمان کی بنیاد پر اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے وہ اپنی دولت کا مالکِ حقیقی خود نہیں بلکہ خدا کو قرار دیتا ہے اور اِس بنا پر صاحب اِیمان مسلمان پابند ہوتا ہے کہ دولت کو حاصل کرنے میں بھی مالک کی مرضی پر عمل

کرے، اُس کی اِجازت کو شرطِ اَوّل سمجھے اُس کو اپنے پاس اور اپنے قبضے میں رکھنے میں بھی اُس کے اَحکام کا پابند رہے پھر خرچ بھی مالکِ حقیقی کے مقرر کردہ اُصول کے مطابق کرے۔

اُس کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ اگر وہ کسی حیثیت سے اِس دولت کا مالک بھی تھا تو اِیمان لانے کے معنی یہ ہیں کہ اُس نے نہ صرف اپنی دولت بلکہ خود اپنی جان بھی خدا کے ہاتھ بیچ دی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُس کی جان اور اُس کا مال سب کچھ خرید لیا ہے۔ (سورۂ توبہ آیت : ۱۱۰)

اِسلام کی شہنشاہیت سے نفرت :

تقریبًا ساڑھے تین ہزار سال پہلے کی بات ہے کہ ایک نبی اور ایک بادشاہ کا مقابلہ تھا بادشاہ نے اہلِ مُلک کو چند طبقوں میں تقسیم کر رکھا تھا، بادشاہ کی قوم جاگیردار تھی جس نے نبی کی قوم کو غلام بنا رکھا تھا، وہ نہ صرف یہ کہ غلام قوم سے مویشی کی طرح کام لیتی تھی بلکہ اُس کی نسل کو بھی خاص حد میں محدود رکھتی تھی کہ تعداد کی زیادتی سے بھی سرکشی کا خطرہ تھا، وہ برتھ کنٹرول کے جھمیلے میں نہیں پڑتی تھی بلکہ جب ضرورت سمجھتی لڑکوں کو ذبح کرادیتی تھی صرف لڑکیوں کو باقی رکھتی تھی کیونکہ اُن سے یہ خطرہ نہیں تھا اور گھریلو خدمت کے لیے بھی اُن کی ضرورت تھی۔ (سورۂ قصص آیت : ۴)

نبی کا مطالبہ تھا کہ غلام قوم کو اِنسانی زندگی کا موقع دیا جائے اُس کے اُوپر سے پابندیاں ہٹائی جائیں تاکہ نبی اپنی قوم کو جہاں چاہے لے جائے مگر بادشاہ اور اُس کی قوم اِس کے لیے تیار نہیں تھی کہ پشت ہا پشت کی غلام قوم کو آزاد کر کے اپنے جاگیردارانہ مفاد کو ختم کردے۔ یہ کشمکش جاری تھی کہ بادشاہ نے اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے اپنی قوم کے سامنے یہ سوال رکھا :

''کیا مصر کے مُلک اور یہ نہریں جو اِس مُلک میں بہہ رہی ہیں میری نہیں ہیں اور میں بہتر ہوں یا یہ گھٹیا درجہ کا آدمی جو اپنے آپ کو خدا کا بھیجا ہوا نبی کہتا ہے ؟ اِس کے پاس عظمت اور قیادت کا کوئی نشان نہیں ہے، نہ ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہیں (جو سرداروں کا مخصوص نشان ہوتے ہیں) جس خدا نے اِس کو یدِ بیضا کا معجزہ دیا ہے اُس نے سونے کے کنگن کیوں نہیں دیے، اور ایسا کیوں نہیں کیا

کہ فرشتوں کا ایک دستہ اِس کے حوالے کر دیتا جو اُس کے جلو میں رہتا۔'' ۱؎

دیوتاؤں کو پوجنے والی بادشاہ کی قوم نے نہ صرف یہ کہ اُس کو مُلک کا مالک مانا بلکہ اُس نے سب کو جمع کر کے یہ اِعلان کیا کہ میں تمہارا سب سے بڑا دیوتا ''ربِ اَعلیٰ'' ہوں۔ (سورۂ نازعات : ۲۳،۲۴) تو اِس (سوال) کے جواب میں بھی (قوم نے) گردنیں جھکا دیں اور آستانہ مُلوکیت پر پیشانیاں پٹک دیں نبی اُس قوم کو خداترس و خداپرست بنانا چاہتا تھا مگر قوم کی مفاد پرستی نے اِس کی اِجازت نہیں دی اُس نے نبی سے بغاوت کی اور شاہ پرست و مفاد پرست بنی رہی۔ نبی اور بادشاہ کی طویل کشمکش کا آخری نتیجہ قرآنِ پاک کے الفاظ میں یہ ہوا : ﴿ فَاَغْرَقْنَاهُمْ تا لِلْآخِرِيْنَ ﴾ (زخرف آیت : ۵۵،۵۶)

خلاصہ یہ کہ ہم نے اُن سب کو ڈبو دیا یہ قوم (اپنی ہستی کے لحاظ سے) رفت دگزشت اور داستانِ پارینہ رہ گئی (مگر) بعد میں آنے والوں کے لیے ایک مثال (اور درسِ عبرت) بن گئی۔

اِس مثال نے جہاں اور باتیں بتائیں، مَلوکیت کے معنی اور اُس کی خصوصیات کی بھی نشاندہی کردی۔ مَلِک یا بادشاہ اپنے آپ کو ''مالکِ ملک'' اور اپنی اَولاد کو ''وارثِ مُلک'' سمجھتا ہے بادشاہت اُس کا نصب العین ہوتا ہے اُس کے لیے وہ ہر ایک ظلم کو اپنا حق سمجھتا ہے وہ اِنسانوں کے گروہ میں پھوٹ ڈال کر اُن کو پارٹیوں میں بھی بانٹ دیتا ہے اور جب ضرورت سمجھتا ہے اِنسانوں کے جگر پاروں کو ذبح کرنے اور موت کے گھاٹ اُتارنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔

وہ اِنسانوں کی گردنیں جھکانے کو کافی نہیں سمجھتا بلکہ یہ بھی چاہتا ہے کہ اُن کے دل جھکیں اور اُس کی بادشاہت کو وہ اپنا عقیدہ بنالیں اور بہت اچھا ہو کہ وہ اِس کو اپنا معبود بنالیں اور دیوتا سمجھنے لگیں وہ کسی دستور کی پابندی کو کسرِ شان سمجھتا ہے بلکہ خود اُس کا ''منشاء'' دستور اور اُس کی ''زبان'' اُس کا قانون ہوتا ہے یہ ہے ''ملوکیتِ کاملہ'' جس کو ''فرعونیت'' سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

ملوکیت کے اِس تجزیے کے بعد کتاب اللہ کی آیاتِ بینات پر نظر ڈالو وہ کس طرح اُس کے ہر ایک جزو کی تردید کر رہی ہیں، ایک جگہ نہیں بلکہ بار بار یہ مضمون دہرایا گیا ہے۔

۱؎ خلاصہ آیات سورۂ زخرف : ۵۱ تا ۵۳

''زمین و آسمان کا مالک اللہ ہے، جو کچھ زمین و آسمان کے درمیان ہے وہ سب اللہ کا ہے۔'' (سورۂ بقرہ آیت : ۱۰۷، آلِ عمران آیت : ۱۸۹، مائدہ آیت : ۱۷، ۳۹، اعراف، زخرف، زمر، وغیرہ)

''وہ اپنا مُلک جس کو چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔'' (سورۂ بقرہ آیت : ۲۴۷)

ایک مسلمان جس طرح کلمہ شہادت اَدا کرتا ہے اِسی طرح قرآنِ پاک ایک مسلمان سے کہلاواتا ہے :

(۱) اے اللہ ! اے مالکِ ملک ! تو ہی جس کو چاہتا ہے مُلک عطا کرتا ہے جس سے چاہتا ہے مُلک نکال لیتا ہے جس کو چاہتا ہے عزت بخشتا ہے جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔'' (سورۂ آلِ عمران آیت : ۲۶)

(۲) وارثِ ملک، بادشاہ یا بادشاہ زادہ نہیں بلکہ زمین اور اُس سب کا جو زمین کے اُوپر ہے وارث اللہ تعالیٰ ہے۔'' (سورۂ مریم آیت : ۴۰)

''سب آسمان اور ساری زمین اللہ کی میراث ہے۔'' (سورۂ آل عمران آیت : ۱۸۰)

''بلاشبہ زمین اللہ ہی کے لیے ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اِس کا وارث بنا دیتا ہے۔'' (سورۂ اعراف آیت : ۱۲۸)

(۳) حکومت اور قیادت کی جس میں قدرتی صلاحیت ہو وہی اُس کا اہل ہوتا ہے اگرچہ مال و دولت اور دُنیوی عزت و جاہ سے خالی ہو۔'' (سورۂ بقرہ آیت : ۲۴)

''صلاحیت کے لیے اصل چیز علم اور جسم کی قوت ہے یعنی دماغی اور جسمانی قابلیت، نہ کہ مال و دولت اور نسل و خاندان کا شرف۔'' (سورۂ بقرہ آیت : ۲۴۷)

(۴) ''یہ صرف فطرت کی کارفرمائی ہے کہ اُس نے نوعِ اِنسان کو قدرت اور اِختیار کے ساتھ زمین میں بسایا، آباد کیا اور اُس کی زندگی کے سروسامان مہیا کیے۔''

(سورۂ اَعراف خلاصہ آیت : ۹)

(٥) ''اور اُسی نے (اے نوعِ اِنسان) تم کو بنایا نائب زمین میں ۔''
(سورہ اَنعام آیت :١٦٥)

''وہی جس نے بنایا تم کو قائم مقام زمین میں ۔''(سورۂ فاطر آیت : ٣٩)

مختصر یہ کہ اِسلام حکمرانی اور بادشاہت کو برداشت تو کیا کرتا ملوکیت کے نام سے بھی اُس کو نفرت ہے۔آنحضرت علیہ السلام کا اِرشاد ہے : اَخْنَعُ الْاَسْمَاءِ عِنْدَ اللّٰہِ رَجُلٌ تَسَمّٰی بِمَلِکِ الْاَمْلَاکِ[1] (بخاری شریف کتاب الادب رقم الحدیث ٦٢٠٦)

اَلبتہ وہ اِنسان کو'' خلیفہ، نائب اور قائم مقام'' قرار دیتا ہے۔اَنبیاء علیہم السلام کے بعد اللہ کا خلیفہ وہ ہے جس کو اللہ کے ماننے والے، خدا پرستی، خدا شناسی اور خدا ترسی (تقوی) کی بنیاد پر اپنا سربراہ بنائیں، اُس کے مشیر وہ ہوں گے جو بہتر اَخلاق و کردار اور قانونِ خداوندی کی پابندی کے معیار پر پورے اُترتے ہوں اور خدا پرستی کے نمونے ہوں، اِس ہیئتِ حاکمہ کو'' خلافت'' کہا جاتا ہے اُس کے سامنے خدا کا دیا ہوا دستورِ اَساسی ہوتا ہے جس کی روشنی میں سربراہِ خلافت فیصلہ کرتا ہے۔

جدید اِصطلاح :

بیسویں صدی کی جدت یہ ہے کہ اِس کو حکومتِ اِلٰہیہ کہا جاتا ہے مگر لسانِ نبوت علی صاحبہا الصلوة والسلام نے اِس کے لیے لفظ خلافت عطا کیا تھا، حضراتِ صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے اِسی عنوان کو اِختیار کیا۔قرآن شریف میں ایسے سربراہ کو خلیفہ فرمایا گیا۔(سورۂ ص، وغیرہ)

''حکومت اِلٰہیہ'' کا لفظ بے محل اور غیر موزوں بھی ہے اور خلافِ اِحتیاط بھی۔'' خوارج'' کا ذوق وشوق یہ تھا کہ اگر اُن کو حکومت قائم کرنے کا موقع ملتا تو وہ اُس کو'' حکومتِ اِلٰہیہ'' کہتے کیونکہ ﴿اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ﴾ اُن ہی کا نعرہ تھا جس کے متعلق حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا فیصلہ یہ تھا : اَلْکَلِمَةُ حَقٌّ اُرِیْدَ بِھَا الْبَاطِلُ بات ٹھیک ہے مطلب غلط لیا گیا ہے۔

---

[1] اللہ کے نزدیک سب سے بدترین ناموں میں اُس کا نام ہوگا جو'' ملک الاملاک'' (شہنشاہ) اپنا نام رکھے گا۔

خلیفہ :

ایک طرف مالک الملک کا نائب ہوگا کہ اُس کے دستور و قانون کو نافذ کرے گا دُوسری جانب وہ خدا پرستوں کا نمائندہ ہوگا یعنی وہ اَکائی ہوگا جس پر پوری ملت میں پھیلی ہوئی نظامِ ملت کی شاخیں جُڑ جائیں گی اور اِس طرح کثرت میں وحدت پیدا ہو جائے گی، توحید کا تقاضا بھی یہی ہے کہ پھیلا ہوا نظام ایک ہوتا رہے جو پہلے خلیفۃ اللہ پر پھر مالکِ حقیقی پر جا کر اَکائی بن جائے۔ ﴿اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

حضرت موسٰی علیہ السلام اور فرعون :

مضمون کے آغاز میں ایک نبی کا حوالہ دیا گیا تھا یہ نبی حضرت موسٰی علیہ السلام تھے اور بادشاہ کا نام منفتاح تھا (قصص القرآن) مگر اُس زمانہ میں ''شاہِ مصر'' کو بطورِ خطاب ''فرعون'' کہا جاتا تھا۔ قرآنِ حکیم نے نام کے بجائے ''خطاب'' کو اِستعمال کیا ہے، یہ حسنِ اَدب کی تعلیم ہے کہ بدترین مخالف کے لیے بھی وہ لفظ اِستعمال کیا جو اُس کے اور اُس کی قوم کے محاورات میں سب سے زیادہ باعزت نام تھا۔ اَب مُلک اور بادشاہ سے زیادہ فرعون اور فرعونیت سے نفرت اِنسانی ذہن کا پیوند بن گئی ہے، اِنسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے اگر یہ نفرت ضروری ہے تو یہ قرآنِ حکیم کا طفیل ہے۔ (جاری ہے)

٭ ٭ ٭

ماہنامہ اَنوار مدینہ لاہور میں اِشتہار دے کر آپ اپنے کاروبار کی تشہیر

اور دینی اِدارہ کا تعاون ایک ساتھ کر سکتے ہیں !

نرخ نامہ

بیرون ٹائٹل مکمل صفحہ	2000		اَندرون رسالہ مکمل صفحہ	1000
اَندرون ٹائٹل مکمل صفحہ	1500		اَندرون رسالہ نصف صفحہ	500

قسط : ۲۶

اِسلام کیا ہے ؟

﴿ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمة اللہ علیہ ﴾

بیسواں سبق : توبہ واِستغفار

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کو اِس واسطے بھیجا اور اپنی کتابیں اِس لیے نازل فرمائیں کہ اِنسانوں کو اپنا برا بھلا اور گناہ وثواب سب معلوم ہو جائے اور وہ بری باتوں اور گناہ کے کاموں سے بچیں اور نیکی اور ثواب کے راستہ پر چل کر اللہ کی رضا مندی اور مرنے کے بعد والی زندگی یعنی آخرت میں نجات حاصل کریں تو جن لوگوں نے اللہ کے نبیوں ، رسولوں اور اُس کی نازل کی ہوئی کتابوں کو نہیں مانا اور اِیمان نہیں لائے اُن کا معاملہ تو یہ ہے کہ اُن کی پوری زندگی گویا بغاوت اور نافرمانی کی زندگی ہے اور اللہ کی اُتاری ہوئی ہدایت سے وہ بالکل بے تعلق ہیں اِس لیے جب تک وہ اُس کے بھیجے ہوئے نبیوں ، رسولوں پر اور اُس کی نازل کی ہوئی کتابوں پر اور خاص کر اِس آخری زمانہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر اور اُن کی لائی ہوئی خدا کی آخری کتاب قرآنِ مجید پر اِیمان نہ لائیں اور اُس کی ہدایت کو تسلیم نہ کریں وہ اللہ کی رضا مندی اور مرنے کے بعد والی زندگی میں فلاح ونجات حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ کا اُس کے نبیوں اور اُس کی کتابوں کا اِنکار ایسا جرم نہیں جو قابلِ معافی ہو اللہ کے ہر پیغمبر نے اپنے اپنے زمانے میں اِس بات کا بہت صاف صاف اعلان کیا ہے ، بہرحال کفر اور شرک والوں کی نجات کے لیے ضروری ہے کہ وہ سب سے پہلے شرک وکفر سے توبہ کریں اور اِیمان وتوحید کو اپنا اُصول بنائیں اِس کے بغیر نجات ممکن نہیں۔

لیکن جو لوگ نبیوں اور رسولوں پر اِیمان لے آتے ہیں اور اُن کی ہدایت پر چلنے کا اِقرار اور اِرادہ کر لیتے ہیں وہ بھی کبھی کبھی شیطان کے بہکانے سے یا اپنے نفس کی بری خواہش سے گناہ کے کام کر بیٹھتے ہیں ، ایسے سب گنہگاروں کے لیے اللہ تعالیٰ نے توبہ اور اِستغفار کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔

توبہ واِستغفار کا مطلب یہ ہے کہ جب بندے سے اللہ کی نافرمانی اور گناہ کا کوئی کام ہو جائے تو وہ اُس پر نادم اور شرمندہ ہو اور آئندہ اُس گناہ سے بچنے کا اِرادہ کرلے اور اللہ سے اپنے کیے ہوئے گناہوں کی معافی چاہے، قرآن و حدیث میں بتلایا گیا ہے کہ بس اِتنا کرنے سے اللہ تعالیٰ اُس بندے سے راضی ہو جاتا ہے اور اُس کا گناہ معاف کر دیا جاتا ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ توبہ صرف زبان سے نہیں ہوتی بلکہ کیے ہوئے گناہ پر دل سے ندامت اور رنج واَفسوس ہونا ضروری ہے اور آئندہ پھر کبھی اُس گناہ کے نہ کرنے کا اِرادہ بھی دل سے ہونا لازمی ہے، توبہ کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کوئی آدمی غصہ یا رنج کی حالت میں خودکشی کے اِرادہ سے زہر کھالے اور جب اُس کے اَثر سے آنتیں کٹنے لگیں اور سخت تکلیف ہونے لگے تو اُسے اپنی اِس غلطی پر اَفسوس و رنج ہو اور وہ علاج کے لیے تڑپے اور حکیم و ڈاکٹر جو دوا بتائیں وہی پیے، اُس وقت اُس کے دِل کا فیصلہ قطعًا یہی ہوگا کہ اگر میں زندہ بچ گیا تو آئندہ کبھی ایسی حماقت نہیں کروں گا، بس گناہ سے توبہ کرنے والے کے دل میں کیفیت بھی ایسی ہی ہونی چاہیے یعنی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور آخرت کے عذاب کا خیال کر کے اُس کو اپنے گناہ پر خوب رنج اور اَفسوس ہو اور آئندہ کے لیے اُس وقت اُس کے دل کا یہ فیصلہ ہو کہ اب کبھی ایسا نہیں کروں گا اور جو ہو چکا اُس کے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی اور بخشش کی دُعا ہو۔

اگر اللہ تعالیٰ کسی درجے میں یہ بات نصیب فرمادے تو یقین رکھنا چاہیے کہ گناہ کا اَثر بالکل مٹ گیا اور اللہ کی رحمت کا دروازہ کھل گیا ایسی توبہ کے بعد گنہگار گناہ کے اَثر سے بالکل پاک صاف ہو جاتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے زیادہ پیارا ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی تو گناہ کے بعد سچی توبہ کے ذریعہ بندہ اُس درجہ پر پہنچ جاتا ہے جس پر سینکڑوں سال کی عبادت و ریاضت سے بھی پہنچنا مشکل ہوتا ہے۔

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا یہ سب آیات واَحادیث کا مضمون ہے، اب چند آیتیں اور حدیثیں بھی توبہ واِستغفار کے متعلق لکھی جاتی ہیں سورۂ تحریم میں اِرشاد ہے :

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ﴾ (سورۃ التحریم : ۸)

''اے اِیمان والو ! توبہ کرو اللہ سے سچی توبہ، اُمید ہے کہ تمہارا مالک (اِس توبہ کے بعد) مٹا دے گا تمہارے گناہ اور داخل کردے گا تم کو جنت کے اُن باغیچوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔''

اور سورۂ مائدہ میں گنہگار خطا کار بندوں کے متعلق اِرشاد ہے :

﴿ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (سُورۂ مائدہ : ۷۶)

''وہ اللہ سے توبہ کیوں نہیں کرتے اور معافی کیوں طلب نہیں کرتے ؟ اور اللہ تو بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔''

اور سورۂ اَنعام میں کیسا پیارا اِرشاد فرمایا ہے :

﴿ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (سورۂ اَنعام : ۵۴)

''اور اے نبی ! جب تمہارے پاس آویں ہمارے وہ بندے جو اِیمان رکھتے ہیں ہماری آیتوں پر تو تم کہو اُن سے کہ سلام ہو تم پر، تمہارے رب نے مقرر کیا ہے اپنی ذات پر رحمت کرنا جو کوئی تم میں سے گناہ کا کام کرے نادانی سے پھر توبہ کرلے اُس کے بعد اور درست کرلے اپنا عمل تو اللہ بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔''

اللہ پاک کی شانِ رحمت کے قربان ! اُنہوں نے توبہ کا دروازہ کھول کے ہم جیسے گنہگاروں کا مسئلہ آسان کردیا ورنہ ہمارا کہاں ٹھکانا تھا۔

اِن آیتوں کے بعد رسول اللہ ﷺ کی چند حدیثیں بھی سن لیجیے، مسلم شریف میں ایک طویل حدیثِ قدسی ہے اُس کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ :

''اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو ! تم رات دن خطائیں کرتے ہو اور میں سب گناہ معاف کرسکتا ہوں لہٰذا تم مجھ سے معافی اور بخشش مانگو، میں

تمہیں معاف کر دُوں گا۔''

ایک حدیث میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا :

''اللہ تعالیٰ ہر رات کو اپنی رحمت اور مغفرت کا ہاتھ بڑھاتا ہے کہ دن کے گنہگار توبہ کرلیں اور ہر دن کو ہاتھ بڑھاتا ہے کہ رات کے گناہ کرنے والے توبہ کرلیں اور اللہ کا یہ معاملہ اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ قیامت کے قریب سورج مغرب کی طرف سے نکلے۔''

ایک حدیث میں حضور ﷺ نے بیان فرمایا :

''اللہ کے ایک بندے نے کوئی گناہ کیا پھر اللہ سے عرض کیا اے میرے رب ! میں نے گناہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرا بندہ جانتا ہے کہ اُس کا کوئی رب ہے جو گناہوں پر پکڑ بھی کر سکتا ہے اور معاف بھی کر سکتا ہے اور میں نے اپنے بندے کا گناہ بخش دیا پھر جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ گناہ سے رُکا رہا اور پھر کسی وقت گناہ کر بیٹھا اور پھر اللہ سے عرض کیا میرے مالک ! مجھ سے گناہ ہو گیا تو اُس کو بخش دے تو اللہ تعالیٰ نے پھر فرمایا میرا بندہ جانتا ہے کہ اُس کا کوئی مالک ہے جو گناہ وقصور معاف بھی کرتا ہے اور پکڑ بھی سکتا ہے میں نے اپنے بندے کا گناہ معاف کر دیا، پھر اللہ نے جب تک چاہا بندہ رُکا رہا اور کسی وقت پھر کوئی گناہ کر بیٹھا اور پھر اللہ سے عرض کیا اے میرے مولا ! مجھ سے اور گناہ ہو گیا تو مجھے معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ نے پھر اِرشاد فرمایا کہ میرے بندے کو یقین ہے کہ اُس کا کوئی مالک اور مولیٰ ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور سزا بھی دے سکتا ہے، میں نے اپنے بندے کو بخش دیا وہ جو چاہے کرے۔''

ایک اور حدیث میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''گناہ سے توبہ کرنے والا بالکل اُس آدمی کی طرح ہو جاتا ہے جس نے وہ گناہ کیا ہی نہ ہو۔''

اِن حدیثوں میں اللہ کی شانِ مغفرت اور اُس کی رحمت کا بیان ہے، ایسی حدیثوں کو سن کر گناہوں پر دلیر ہونا یعنی توبہ اور مغفرت کے بھروسہ پر اور زیادہ گناہ کرنے لگنا مومن کا کام نہیں، مغفرت اور رحمت کی اِن آیتوں اور حدیثوں کے مضمون سے تو اللہ کی محبت بڑھنی چاہیے اور یہ سبق لینا چاہیے کہ ایسے رحیم و کریم آقا کی نافرمانی تو بڑا ہی کمینہ پن ہے۔ ذرا سوچو اگر کسی نوکر کا آقا اُس کے ساتھ بہت ہی شفقت اور اِحسان کا برتاؤ کرے تو کیا اُس نوکر کو اور زیادہ دلیر ہو کر اُس کی نافرمانی کرنی چاہیے ؟

دراصل اِن آیتوں اور حدیثوں کا مقصد تو صرف یہ ہے کہ کسی مومن بندہ سے اگر گناہ ہو جائے تو وہ اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو بلکہ توبہ کر کے اُس گناہ کے داغ دھبے دھو ڈالے اور اللہ سے معافی مانگے اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اُس کو معاف کر دیں گے اور بجائے ناراضی اور غصہ کے اللہ تعالیٰ اُس سے اور زیادہ خوش ہوں گے۔ ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

> ''بندہ جب گناہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف رُجوع کرتا ہے اور سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی توبہ سے اُس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی سواری کا جانور کسی لق ودق میدان میں اُس سے چھوٹ کر بھاگ جائے اور اُسی پر اُس کے کھانے پینے کا سامان لدا ہوا ہو اور وہ اُس سے بالکل مایوس ہو کر موت کے اِنتظار میں کسی درخت کے سایہ میں لیٹ جائے اور پھر اِسی حالت میں اچانک وہ دیکھے کہ اُس کا وہ جانور اپنے پورے سامان کے ساتھ کھڑا ہے اور وہ اُس کو پکڑ لے اور پھر اِنتہائی خوشی اور مستی میں اُس کی زبان سے نکل جائے کہ اے اللہ ! بس تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں [1] حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جتنی خوشی اُس شخص کو اپنی سواری کا جانور پھر سے پا کر ہوگی اللہ تعالیٰ کو اپنے گناہگار بندے کی توبہ سے اِس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے۔''

[1] مطلب یہ ہے کہ اُس بندہ کو اِس قدر زیادہ خوشی ہو کہ فرطِ مسرت سے اُس کی زبان بہک جائے اور جو بات کہنا چاہیے اُس کا اُلٹا نکل جائے۔

اِن آیتوں اور حدیثوں سے معلوم ہو جانے کے بعد بھی جو شخص گناہوں سے توبہ کر کے اللہ کی رضا مندی اور رحمت حاصل نہ کرے بِلا شبہ وہ بڑا ہی محروم اور بد نصیب ہے۔ بہت سے لوگ اِس خیال سے توبہ میں جلدی نہیں کرتے کہ ابھی کیا ہے، ابھی تو ہم تندرست ہیں مرنے سے پہلے کبھی توبہ کر لیں گے۔ بھائیو ! ہمارے تمہارے دُشمن شیطان کا یہ بہت بڑا فریب ہے وہ جس طرح خود اللہ کی رحمت سے دُور اور جہنمی ہو گیا اِسی طرح ہم کو بھی اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہے، کسی کو معلوم نہیں کہ اُس کی موت کب آئے گی اِسی لیے ہر دن کو یہی سمجھو کہ شاید آج کا دن ہی ہماری زندگی کا آخری دن ہو، اِس لیے جب کوئی گناہ ہو جائے تو جلدی سے جلدی اُس سے توبہ کر لینا ہی عقلمندی ہے، قرآن شریف میں صاف فرما دیا دیا گیا ہے۔

﴿ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًاo وَ لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْئٰنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ (سُورة النساء : ۱۷ ، ۱۸)

''صرف اُن لوگوں کی توبہ قبول کرنا اللہ کے ذمہ ہے جو نادانی سے گناہ کر بیٹھتے ہیں اور پھر جلدی سے توبہ کر لیتے ہیں تو اُن کو اللہ معاف کرتا ہے اور اُن کی توبہ قبول کرتا ہے اور اللہ علم والا حکمت والا ہے۔ اور اُن لوگوں کی کچھ توبہ نہیں جو (ڈھٹائی سے) برابر گناہ کے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی کے بالکل سامنے موت آجاتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ اب میں نے توبہ کی (تو ایسوں کی توبہ قبول نہیں) اور نہ اُن کی توبہ قبول ہوگی جو کفر کی حالت میں مرتے ہیں، اِن سب کے لیے ہم نے تیار کیا ہے دردناک عذاب۔''

بس جو دَم باقی ہے اُس کو ہم غنیمت جانیں اور توبہ کرنے میں اور اپنی حالت درست کرنے میں بالکل دیر نہ کریں معلوم نہیں موت کس وقت سر پر آجائے اور اُس وقت ہم کو اِس کی توفیق بھی ملے

یا نہ ملے۔ بھائیو ! ہم نے اور آپ نے اپنی عمر میں سینکڑوں کو مرتے دیکھا ہے اور ہمارا آپ کا عام تجربہ یہی ہے کہ جو جس حالت میں جیتا ہے وہ اُسی حالت میں مرتا ہے یعنی ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی شخص عمر بھر تو اللہ تعالیٰ سے غافل رہے اُس کی نافرمانیاں کرتا رہے لیکن مرنے سے ایک دو دن پہلے وہ ایک دم توبہ کرکے ولی ہو جائے، اِس لیے جو شخص چاہتا ہے کہ وہ نیکی کی حالت میں مرے اُس کے لیے ضروری ہے کہ وہ زندگی ہی میں نیک بن جائے اللہ کے فضل سے اُمید ہے کہ اُس کا خاتمہ ضرور اچھا ہوگا اور قیامت میں نیکوں کے ساتھ اُس کا حشر ہوگا۔

توبہ کے متعلق ایک ضروری بات :

بندہ اگر کسی گناہ سے توبہ کرے اور پھر اُس سے وہی گناہ ہو جائے تو بھی اللہ کی رحمت سے ہرگز نا اُمید نہ ہو بلکہ پھر توبہ کرلے اور پھر ٹوٹے تو پھر توبہ کرلے، اِس طرح اگر سینکڑوں ہزاروں دفعہ بھی اُس کی توبہ ٹوٹے تو بھی نا اُمید نہ ہو، جب بھی وہ سچے دل سے توبہ کرے گا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اُس کی توبہ قبول کرلیں گے اور اُس کو معاف فرماتے رہیں گے اللہ کی رحمت اور جنت بڑی وسیع ہے۔

توبہ واِستغفار کے کلمات :

توبہ اور اِستغفار کی جو حقیقت اُوپر بیان کی گئی ہے یہ تو آپ نے اُسی سے سمجھ لیا ہوگا کہ بندہ جس زبان میں اور جن الفاظ میں بھی اللہ سے توبہ کرے اور معافی چاہے اللہ تعالیٰ اُس کا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو توبہ واِستغفار کے بعض خاص خاص کلمے بھی تعلیم فرمائے تھے اور حضور ﷺ خود بھی اُن کو پڑھا کرتے تھے، کوئی شبہ نہیں کہ وہ کلمے بہت ہی بابرکت اور بہت قبول ہونے والے اور اللہ کو بہت ہی پیارے ہیں، ہم اُن میں سے چند یہاں بھی درج کرتے ہیں آپ اِن کو یاد کر لیجئے اور اِن کے ذریعہ توبہ واِستغفار کیجئے :

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّاهُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ .

''میں معافی اور بخشش طلب کرتا ہوں اُس اللہ سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ حی وقیوم ہے اور میں توبہ کرتا ہوں اُس کی طرف۔''

حدیث شریف میں ہے کہ :

''جو شخص اللہ سے اِس کلمہ کے ذریعہ توبہ و اِستغفار کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کے گناہ معاف کر دے گا اگرچہ اُس نے جہاد کے میدان سے بھاگنے کا گناہ کیا ہو جو اللہ کے نزدیک بہت ہی بڑا گناہ ہے۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ

''جو شخص رات کو سوتے وقت تین دفعہ اِس کلمہ کے ذریعہ اللہ سے توبہ و اِستغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اُس کے سب گناہ معاف کر دے گا اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔''

حضور ﷺ کبھی کبھی صرف اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ (میں اللہ سے معافی چاہتا ہوں) اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ (میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں) بھی پڑھا کرتے تھے۔ یہ بہت مختصر اِستغفار ہے اِس کے ہر وقت زبان پر جاری رہنے کی عادت ڈال لینی چاہیے۔

سیّد الاستغفار :

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ سیّد الاستغفار یہ ہے :

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَاصَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ.

''اے اللہ ! تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور جہاں تک مجھ سے ہو سکا میں تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں میں نے جو بُرے کام کیے ہیں اُن کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں مجھے اپنے پر تیرے اِنعامات کا اِقرار ہے اور گناہوں کا بھی اِعتراف ہے پس تو مجھے بخش دے گناہوں کو تیرے سوا کوئی بھی نہیں بخش سکتا۔''

حضور ﷺ نے فرمایا کہ :

''جو بندہ اِس (مذکورہ بالا) کلمے کے ذریعے اِس مضمون کے دھیان اور یقین کے ساتھ دن میں اللہ تعالیٰ سے اِستغفار کرے اور اُس دن رات شروع ہونے سے پہلے مرجائے تو وہ جنت میں جائے گا اور جو بندہ اِسی طرح اِس کلمہ کے مضمون کے دھیان اور یقین کے ساتھ رات میں اِس کلمہ کے ذریعے اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے اور صبح ہونے سے پہلے اُسی رات میں مرجائے تو وہ جنتی ہوگا۔''

یہاں اِستغفار کے صرف یہ تین کلمے نقل کیے گئے ہیں اِن کا یاد کر لینا کچھ بھی مشکل نہیں ہے حدیث شریف میں ہے کہ :

''خوشخبری ہو اور مبارک ہو اُس آدمی کو جس کے اَعمال نامہ میں اِستغفار کثرت سے درج ہو۔''

ایک دُوسری حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

''جو بندہ اِستغفار کو لازم پکڑ لے (یعنی اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی برابر معافی مانگتا رہے) اُس کو اللہ تعالیٰ ہر مشکل سے نجات دیں گے اور اُس کی ہر فکر اور پریشانی دُور فرمائیں گے اور اُس کو (اپنے خزانۂ غیب سے) اِس طرح رزق دیں گے جس کا خود اُس کو وہم وگمان بھی نہ ہوگا۔''

اللہ کی رضامندی اور جنت حاصل کرنے کا عوامی نصاب :

اِن بیس سبقوں میں جو کچھ آگیا ہے اُس پر عمل کرنا اللہ کی رضا اور جنت حاصل کرنے کے لیے اِنشاء اللہ بالکل کافی ہے۔ آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند سطروں میں پھر اِس کا لبِ لباب اور خلاصہ عرض کر دیا جائے۔

اِسلام کی سب سے پہلی تعلیم اور اللہ کی رضا اور جنت حاصل ہونے کی سب سے پہلی شرط یہ

ہے کہ کلمہ لا اِلٰہ اِلا اللہ محمد رسول اللہ پر آدمی اِیمان لائے (جس کی تفصیل وتشریح پہلے سبق میں کی جا چکی ہے) پھر بقدرِ ضرورت دین کے اَحکام معلوم کرنے اور سیکھنے کی فکر کرے پھر کوشش کرے کہ اللہ تعالیٰ کے فرائض اور بندوں کے حقوق اور آداب واَخلاق کے بارے میں اِسلام کی جو تعلیمات اور اللہ تعالیٰ کے جو اَحکام ہیں (جن کی تفصیل بعد کے اَسباق میں کی گئی ہے) اُن کی فرمانبرداری ہو اور جب بھی کوتاہی اور نافرمانی ہوجائے تو سچے دل سے اللہ سے توبہ کرے اور معافی مانگے اور آئندہ کے لیے اپنی اِصلاح کی کوشش کرے اور اگر کسی بندے کا قصور ہو جائے اور اُس پر کوئی زیادتی ہوجائے تو اُس سے معافی چاہے یا اُس کا بدلہ اور معاوضہ دے کر حساب بے باق کردے، اِسی طرح کوشش کرے کہ دُنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبت اللہ کی، اللہ کے رسول کی اور اُس کے دین کی ہو اور ہر حال میں پوری مضبوطی کے ساتھ دین پر قائم رہے اور اِس دین کی دعوت اور خدمت میں ضرور کچھ حصہ لے، یہ بہت بڑی سعادت اور اَنبیاء علیہم السلام کی خاص وراثت ہے اور خاص طور سے اِس زمانہ میں اِس کا درجہ دُوسری نفلی عبادتوں سے بدرجہا زیادہ ہے اور اِس کی برکت سے خود اپنا تعلق بھی دین سے اور اللہ ورسول سے بڑھتا ہے۔

نوافل میں اگر ہو سکے تو تہجد کی عادت ڈالنے کی کوشش کریں، اِس کی برکتیں بے اِنتہاء ہیں، تمام گناہوں سے خاص کر کبیرہ گناہوں سے ہمیشہ بچتا رہے جیسے زنا، چوری، جھوٹ، شراب خوری، معاملات میں بددیانتی، وغیرہ۔

روزانہ کچھ ذکر کا بھی معمول مقرر کرلے، اگر زیادہ فرصت نہیں ہوتی ہو تو کم سے کم اِتنا ہی کرے کہ صبح شام سو سو دفعہ کلمہ تمجید یا صرف سبحان اللہ وبحمدہ اور اِستغفار[۱] اور دُرود شریف[۲] سو سو دفعہ پڑھ لیا کرے۔

---

[۱] اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ یا صرف اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ

[۲] درودِ اِبراہیمی یا مختصر درود شریف اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَآلِہٖ.

کچھ معمول قرآن شریف کی تلاوت کا بھی مقرر کر لے اور پورے اَدب اور عظمت کے ساتھ پڑھا کرے۔ ہر فرض نماز کے بعد اور سوتے وقت تسبیحاتِ فاطمہ [1] پڑھا کرے۔

جو لوگ اِس سے زیادہ کرنا چاہیں وہ اللہ کے کسی ایسے بندے سے رُجوع کر کے مشورہ کر لیں جو اِس کا اہل ہو۔

اور آخری بات اِس سلسلے میں یہ ہے اللہ کے صالح بندوں سے تعلق اور محبت اور اُن کی صحبت اِس راہ میں اَکسیر ہے، اگر یہ نصیب ہو جائے تو باقی چیزیں خود بخود پیدا ہو جاتی ہیں، اللہ توفیق دے ۔

شو ہمدم پروانہ سوختن آموزی
باسو ختگان بنشیں شاید کہ تو ہم سوزی [2]

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اور دَرسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔ (ادارہ)

---

[1] سبحان اللہ ۳۳ بار ، اَلحمدللہ ۳۳ بار ، اللہ اکبر ۳۴ بار

[2] تو میرا ہمدم بن جا اور پروانہ جلانا سیکھ لے، جلے ہوؤں کے ساتھ بیٹھ کہ شاید تو بھی جل جائے۔

قسط : ۲۶

قصص القرآن للاطفال

پیارے بچوں کے لیے قرآن کے پیارے قصے

﴿ الشیخ مصطفٰی وہبہ، مترجم مفتی سیّد عبدالعظیم صاحب ترمذی ﴾

﴿ اَصحابِ کہف کا قصہ ﴾

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے :

﴿ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحَابَ الْکَهْفِ وَالرَّقِيْمِ کَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا o اِذْ اَوَی الْفِتْيَةُ اِلَی الْکَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا o فَضَرَبْنَا عَلٰی اٰذَانِهِمْ فِی الْکَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا o ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰی لِمَا لَبِثُوْا اَمَدًا﴾ (سُورة الکهف : ۹ تا ۱۲)

''کیا تو خیال کرتا ہے کہ غار اور کھوہ کے رہنے والے ہماری قدرتوں میں عجب اچنبھا تھے، جب جا بیٹھے وہ جوان پہاڑ کی کھوہ میں، پھر بولے اے رب ! دے ہم کو اپنے پاس سے بخشش اور پوری کر دے ہمارے کام کی درستگی، پھر تھپک دیے ہم نے اُن کے کان اُس کھوہ میں چند برس گنتی کے، پھر ہم نے اُن کو اُٹھایا کہ معلوم کریں دو فرقوں میں کس نے یاد رکھی کہ کتنی مدت وہ رہے۔''

پرانے دور کی بات ہے کہ رُوئے زمین پر ایک قوم بتوں کی پرستش کرتی تھی، شیطان نے اُن کو گمراہ کر دیا تھا اور وہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت سے غافل تھے اِس قوم میں نوجوانوں کی ایک جماعت کو اللہ تعالیٰ نے فہمِ سلیم سے نوازا تھا اور اُن کے دلوں کو نورِ ایمان سے منور کیا تھا یہ جماعت اُن

بتوں کی پرستش سے جن کی پرستش اُن کے آباؤ اَجداد کرتے تھے کنارہ کش ہوگئی تھی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرتی تھی، جب مشرکین کو نوجوانوں کی اِس جماعت کی خبر ہوئی تو وہ اُنہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روکنے لگے اور جن بتوں کی وہ خود پرستش کر رہے تھے اُن کی پرستش پر مجبور کرنے لگے لیکن وہ اپنے اِیمان پر ثابت قدم رہے اور سب کے سامنے برملا اعلان کیا کہ عبادت کے لائق تو صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ذات ہے اُس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کی جا سکتی۔

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے :

﴿ اِنَّھُمْ فِتْیَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّھِمْ وَزِدْنٰھُمْ ھُدًی o وَرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِہٖ اِلٰھًا ﴾ (سُورۃ الکھف: ۱۳ ، ۱۴)

''وہ کئی جوان ہیں کہ یقین لائے اپنے رب پر اور زیادہ دی ہم نے اُن کو سوجھ اور گرہ دی اُن کے دِل پر، جب کھڑے ہوئے پھر بولے ہمارا رب ہے رب آسمان اور زمین کا، نہ پکاریں گے ہم اُس کے سوا کسی کو معبود۔''

لیکن جب کفار نے اُنہیں بہت زیادہ تکالیف پہنچائیں حتی کہ قتل کرنے کی دھمکی دی تو اُنہیں خوف ہوا کہ کہیں اُن کی قوم اُن کو آزمائش میں ڈال کر گمراہ نہ کردے اور اُنہیں کفر کے اَندھیروں میں نہ گرادے چنانچہ اُنہوں نے اپنی قوم سے راہِ فرار اِختیار کرنے کا فیصلہ کیا، وہ جس بستی میں رہ رہے تھے اُس سے باہر نکلے اور خشک صحرا میں نکل گئے وہ مسلسل چلتے رہے یہاں تک کہ وہ ایک محفوظ و مضبوط غار کے پاس پہنچے، وہ غار میں داخل ہوئے تاکہ مشرک قوم سے مامون رہیں، اب وہ اپنی قوم سے کافی دُور آچکے تھے۔

﴿ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْھُمْ وَمَا یَعْبُدُوْنَ اِلاَّ اللّٰہَ فَاْوٗا اِلَی الْکَھْفِ یَنْشُرْلَکُمْ رَبُّکُمْ مِّنْ رَّحْمَتِہٖ وَ یُھَیِّیْٔ لَکُمْ مِّنْ اَمْرِکُمْ مِّرْفَقًا﴾ (سُورۃ الکھف : ۱۶)

''اور جب تم نے کنارہ کرلیا اُن سے اور جن کو وہ پوجتے ہیں اللہ کے سوا تو اَب

جا بیٹھو اِس کھوہ میں، پھیلا دے تم پر رب تمہارا کچھ اپنی رحمت سے اور بنا دے تمہارے واسطے تمہارے کام میں آرام۔''

راستے میں ایک کتا بھی اُن کے ساتھ شریک ہوگیا تھا، جب وہ غار میں ٹھہرے تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں گہری نیند سُلا دیا، اب اُن کا کتا غار کے دھانے پر پاؤں دراز کیے بیٹھا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے اَصحابِ کہف کو ایک طویل زمانے تک سُلائے رکھا وہ تقریبًا ۳۰۹ سال سوئے رہے، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا اُنہیں عرصہ دراز تک سُلانے کا مقصد یہ تھا کہ اُن کی اِس قدر طویل نیند کو اُن لوگوں کے لیے نشانی بنا دیا جائے جو موت کے بعد دوبارہ جی اُٹھنے کے بارے میں تردّد اور شک میں مبتلا ہیں۔

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَلَبِثُوْا فِیْ کَھْفِھِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا﴾ (سُورة الکھف : ۲۵)

''اور مدت گزری اُن پر اپنی کھوہ میں، تین سو برس اور اُس کے اُوپر نو۔''

اللہ جل جلالہٗ نے اِن کی حفاظت فرمائی اور زمین نے بھی اِن کے جسموں کو نہ کھایا، وہ طلوع وغروبِ آفتاب کے وقت دائیں بائیں کروٹ بدل لیتے تھے۔

﴿ وَتَرَی الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ کَھْفِھِمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُھُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَھُمْ فِیْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ط ذٰلِكَ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰهِ ط مَنْ یَّھْدِ اللّٰهُ فَھُوَ الْمُھْتَدِ ج وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا ٥ وَتَحْسَبُھُمْ اَیْقَاظًا وَّھُمْ رُقُوْدٌ وَّنُقَلِّبُھُمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ وَکَلْبُھُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَیْهِ بِالْوَصِیْدِ ط لَوِاطَّلَعْتَ عَلَیْھِمْ لَوَلَّیْتَ مِنْھُمْ فِرَارًا وَّ لَمُلِئْتَ مِنْھُمْ رُعْبًا﴾ (سُورة الکھف : ۱۷ ، ۱۸)

''اور تو دیکھے دھوپ نکلتی ہے بچ کر جاتی ہے اُن کی کھوہ سے داہنے کو، اور جب ڈوبتی ہے کترا جاتی ہے اُن سے بائیں کو، اور وہ میدان میں ہیں اُس کے، یہ ہے اللہ قدرتوں سے جس کو راہ دیوے، وہی آئے راہ پر اور جس کو وہ بچلائے پھر تو نہ پائے

اُس کا کوئی رفیق راہ پر لانے والا۔ اور تو سمجھے وہ جاگتے ہیں اور وہ سو رہے ہیں اور کروٹیں دلاتے ہیں ہم اُن کو داہنے اور بائیں، اور کتا اُن کا پسار رہا ہے اپنی بانہیں چوکھٹ پر، اگر تو جھانک دیکھے اُن کو تو پیٹھ دے کر بھاگے اُن سے اور بھر جائے تجھ میں اُن کی دہشت۔''

وہ اِسی طرح سوتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں نیند سے بیدار کر دیا، بیدار ہونے پر وہ ایک دُوسرے سے اپنے سونے کا وقت دریافت کرنے لگے کہ ہم کتنی دیر تک سوئے رہے ہیں۔

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے :

﴿وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَ لُوْا بَيْنَهُمْ ط قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ط قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ط قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ط﴾ (سُورۃ الکھف : ۱۹)

''اور اِسی طرح اُن کو جگا دیا ہم نے کہ آپس میں پوچھنے لگے، ایک بولا اُن میں کتنی دیر ٹھہرے تم ؟ بولے : ہم ٹھہرے ایک دِن یا ایک دِن سے کم۔ بولے : تمہارا رب ہی جانے جتنی دیر تم رہے ہو۔''

بالآخر اُن کو یقین ہو گیا کہ وہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ سوئے ہیں، اُنہیں بھوک محسوس ہوئی تو اُنہوں نے اپنے ایک ساتھی کو کچھ رقم دے کر کھانا خریدنے کے لیے بھیجا اور اُسے کہا کہ اِحتیاط سے جائے بستی کے کفار اُس کو نہ پہچانیں، اگر اُنہوں نے تمہیں پہچان لیا تو ہمیں مجبور کریں گے کہ ہم اِسلام ترک کر کے کافر ہو جائیں، وہ بڑی اِحتیاط سے ڈرتے ڈرتے بستی میں داخل ہوا کہ کہیں راز فاش نہ ہو جائے، جس وقت وہ کھانا خریدنے کے لیے دُکاندار کے پاس رُکا تو لوگوں نے اُسے بڑے تعجب و تجسس بھری نگاہوں سے دیکھا کیونکہ اُس کی ظاہری شکل وصورت اور وضع قطع عجیب دکھائی دے رہی تھی، جب اُس نے رقم نکال کر دُکاندار کو دی تو دُکاندار نے سکے دیکھ کر بڑی حیرانی کے ساتھ کہا یہ کون سی کرنسی ہے یہ سکے کہاں سے لائے ہو ؟ یہ تو بڑے پرانے زمانے کے سکے ہیں، لوگ کئی سو سال پہلے اِن کے

ذریعے لین دین کیا کرتے تھے یہ بتلاؤ کہ یہ سکے کہاں سے آئے ہیں ؟ لگتا ہے تمہیں کہیں سے کوئی بڑا خزانہ ہاتھ لگا ہے یہ شخص ایسا پھنسا کہ اِسے خلاصی کی کوئی صورت نظر نہ آئی وہ سوچ میں پڑ گیا کہ دُکاندار کو کیا جواب دے؟ اگر سچ بات بتلاتا ہے تو اُس کا اور اُس کے ساتھیوں کا راز فاش ہوتا ہے اور بغیر بتلائے بھی دُکاندار سے چھٹکارا کی کوئی صورت نہیں، بالآخر چارو ناچار اُس نے بتا ہی دیا کہ اُن کی قوم بتوں کی پوجا کرتی تھی وہ اور اُس کے ساتھی اپنے دین کی حفاظت کی خاطر اپنی بستی سے بھاگے ہیں اور اُنہوں نے کفر اور کفار سے بچنے کے لیے ایک غار میں پناہ لے رکھی ہے۔ بستی والے اپنے آباؤ اَجداد سے اُن کا قصہ سن چکے تھے، اُنہیں یقین تھا کہ وہ بہت پہلے مر چکے ہوں گے اِسی لیے اُنہیں اپنے سامنے صحیح سلامت چلتا پھرتا دیکھ کر بڑی حیرانی ہوئی چنانچہ اُس بستی والے اِس کے ساتھ اَصحابِ کہف سے ملنے غار کے پاس آئے تاکہ اِس کے ساتھی نوجوانوں سے بھی ملاقات کریں اور اللہ تعالیٰ کے اِس عظیم معجزہ کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرلیں، اِن کو دیکھنے کے بعد اُنہیں یقین ہو گیا کہ اَصحابِ کہف کا جو واقعہ پیش آیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی اور اُس کا ایک عظیم معجزہ ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ اُنہیں اِس لیے دکھایا تاکہ وہ قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیے جانے پر ایمان لائیں، اِس واقعہ کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں موت دے دی۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَارَيْبَ فِيْهَا﴾ (سُورۃ الکہف : ۲۱)

''اور اِسی طرح خبر ظاہر کردی ہم نے اُن کی تاکہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے اور قیامت کے آنے میں دھوکہ نہیں۔''

اِن کے اِنتقال کے بعد بستی والوں میں اِختلاف ہوا کہ اَب کیا کیا جائے ؟ بعض کی رائے تھی کہ غار کو بند کر دیا جائے اور اِن کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا جائے جبکہ بعض کا خیال تھا کہ اِس جگہ مسجد بنا دی جائے، اِرشادِ باری تعالیٰ ہے :

﴿اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ط رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ط قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا﴾ (سُورة الكهف : ۲۱)

''جب جھگڑ رہے تھے آپس میں اپنی بات پر، پھر کہنے لگے بناؤ اِن پر ایک عمارت، اِن کا رب خوب جانتا ہے اِن کا حال۔ بولے وہ لوگ جن کا کام غالب تھا ہم بنائیں گے اِن کی جگہ پر عبادت خانہ۔''

اللہ تعالیٰ کا فرمان سچ ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور وہی قبروں میں موجود مردوں کو زندہ کرے گا۔

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی اِدارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اِس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اِس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اِس سے اِدارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (اِدارہ)

قسط : ۲ ، آخری

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی دینی حمیت

اور

موجودہ دور میں اِس کی ضرورت واہمیت

﴿ حضرت مولانا محمد اَبوبکر صاحب پورنوی قاسمی ، اِنڈیا ﴾

میدانِ شاملی :

انگریزوں کے ذریعہ مسلمانوں کی آٹھ سوسالہ حکومت چھن جانے اور سیاسی وسماجی ، اِقتصادی ومعاشی اور دینی ومذہبی پامالی کی وجہ سے اُن کے دلوں میں انگریزوں کی نفرت وعداوت اور اِنتقام کا جذبہ ایک فطری بات تھی چنانچہ جب ۱۸۵۷ء میں میرٹھ چھاؤنی کے اَندر کارتوسوں میں گائے اور خنزیر کی چربی والے معاملے کو لے کر فوجیوں نے بغاوت کر دی اور انگریز افسروں کو گولیوں سے بھون ڈالا تو اِس بغاوت کی لہر پورے ملک میں پھیل گئی جس کا سب سے زیادہ اَثر یوپی کے مغربی اضلاع پر پڑا اور لوگوں میں جہادِ حریت کا جذبہ مستحکم ہوگیا نیز انگریز فوج کی بھی اِدھر کڑی نظر ہوگئی اور اِس جہادِ حریت کو جس کو اُنہوں نے ''بغاوت'' کا نام دیا تھا ختم کرنے کے لیے اپنی پوری طاقت جھونک دی ، اِسی کا اَثر تھا کہ قصبہ تھانہ بھون کے رئیس قاضی عنایت علی کے بھائی قاضی عبدالرحیم جب اُن ہی دنوں میں ہاتھی خریدنے کے لیے چند ساتھیوں کے ہمراہ سہارنپور گئے تو اُن سب کو اَنگریز پولیس نے بلا تحقیق وتفتیش بغاوت کے اِلزام میں پھانسی پر لٹکا دیا جس کے ردِعمل کے طور پر اُن کے بھائی قاضی عنایت علی نے تھانہ بھون سے قریب شیر علی کے باغ میں اَنگریزی سپاہیوں کے ایک وفد پر حملہ کیا جو بہت سے کارتوس اور ہتھیار لے کر

سہارنپور سے کیرانہ جارہا تھا اور اُن کو قتل کر کے اُن کا سارا ساز و سامان لوٹ لیا۔

علماءِ کرام اور خصوصًا حضرت نانوتوی اور اُن کے رفقاء جو سب سے زیادہ حساس تھے، وہ کیسے خاموش رہ سکتے تھے کیونکہ اُن کو مادّی وجود سے زیادہ دینی وجود کا خطرہ لاحق تھا لہٰذا اُنہوں نے حضرت حاجی اِمداد اللہ مہاجر مکیؒ کی سربراہی میں مشورہ کیا اور جن حضرات نے قلتِ اَسباب یا اَمیر نہ ہونے کی دلیل دے کر دینی اِعتبار سے جہاد نہ کرنے کی رائے ظاہر کی تو حضرت نانوتویؒ ہی نے جنگِ بدر میں اَسباب کی کمی کا حوالہ دیا اور اَمیر المومنین کے لیے حضرت حاجی صاحبؒ کے ہاتھ پر سب سے پہلے بیعتِ جہاد کر کے ایک اہم ترین مسئلہ کا بہترین حل پیش کر دیا جس کے بارے میں کسی کو لب کشائی کی جرأت نہیں ہوسکتی تھی چنانچہ ۱۸۵۷ء کے جہادِ حریت میں آپ نے بہ نفسِ نفیس عملی طور پر حصہ لیا اور میدانِ شاملی میں چیف کمانڈر کی حیثیت سے قائدانہ اور اِنتہائی سرفروشانہ کردار اَدا کیا۔

اِسی میدانِ شاملی کے اور کئی واقعات ہیں جو حمیت اور ہمت و جوانمردی کے بین ثبوت ہیں لیکن مقصد واقعات کا اِحاطہ نہیں بلکہ ہمیں اپنے اَندر اِس اسپرٹ کو پیدا کرنا ہے۔

جہادِ حریت میں ناکامی اور قیامِ مدارس کی تحریک :

مختصر عرض ہے کہ ۱۸۵۷ء میں ہندوستانیوں کی عمومی شکست اور اُس کے ہولناک واقعات کے بعد اَنگریزوں نے صرف اپنا نظامِ حکومت ہی نہیں بلکہ اپنا مکمل دستورِ حیات غلام ہندوستان پر مسلط کرنے کے لیے اپنی پوری طاقت جھونک دی چنانچہ برطانیہ کی پارلیمنٹ میں اُس کے ممبر مسٹر مینگلس نے ۱۸۵۷ء میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ

> ''ہر شخص کو اپنی تمام تر قوت ہندوستان کو عیسائی بنانے کے عظیم الشان کام کی تکمیل میں صرف کرنی چاہیے۔[۱]''

---

[۱] حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم نانوتویؒ حیات، اَفکار، خدمات ص ۱۴۰

اِس مقصد کی تکمیل کے لیے اُن کا اَوّلین حملہ مسلمانوں کے تعلیمی نظام پر تھا جو پورے اِسلامی معاشرے کی بنیاد تھا لہٰذا ہزاروں مدارس و مکاتب جو سلاطین واُمراء کی وقف کردہ جائیدادوں سے چل رہے تھے اِس اِنقلاب کی نذر ہوگئے اور اُن تمام اَوقاف کو اِیسٹ اِنڈیا کمپنی کی حکومت نے بحقِ سرکار ضبط کر لیا چنانچہ ڈبلیو، ڈبلیو ہنٹر اپنی رپورٹ میں لکھتا ہے کہ :

''مسلمانوں کے تعلیمی اِدارے اَٹھارہ سال کی لُوٹ کھسوٹ کے بعد یک قلم بند ہوگئے۔'' ۱

''کیونکہ اَنگریز یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ مسلمان قرآنِ کریم پر مکمل یقین رکھتے ہیں اور جب تک وہ اِس کتاب سے وابستہ رہیں گے اَنگریز حکومت کے وفادار نہیں ہو سکتے چنانچہ ہنری ٹامس کہتا ہے کہ ''مسلمان کسی ایسی گورنمنٹ کے جس کا مذہب دُوسرا ہو اچھی رعایا نہیں ہو سکتے اِس لیے کہ قرآنی اَحکام کی موجودگی میں یہ ممکن نہیں ہے۔'' ۲

اِس لیے اُنہوں نے اِسلامی طرزِ فکر کو فرسودہ اور دینی قدروں کو دقیانوسیت قرار دے کر مدارس و مکاتب کے بالمقابل برطانوی نصابِ تعلیم جاری کر کے اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے قیام کا آغاز کیا جن کا مقصد خود ہندوستان میں انگریزی نظامِ تعلیم کی کمیٹی کا صدر لارڈ میکالے اپنی رپورٹ میں بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ :

''ہماری تعلیم کا مقصد ایسے نوجوان پیدا کرنا ہے جو رنگ و نسل کے اِعتبار سے ہندوستانی ہوں اور دِل و دماغ کے اِعتبار سے فرنگی۔'' ۳

---

۱ حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم نانوتوی حیات، اَفکار، خدمات ص ۱۳۸ ۲ اَیضاً ص ۱۴۰ ۳ اَیضاً ص ۱۴۰

اِسی معنٰی کو اَدا کرنے کے لیے میجر باسو نے لارڈ میکالے کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں :

''ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہیے جو ہمارے اور ہماری رعایا کے درمیان مترجم کا کام دے سکے، یہ ایسی جماعت ہونی چاہیے جو خون اور رنگ کے اِعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر مذاق، رائے، الفاظ اور سمجھ کے اِعتبار سے اَنگریز ہو۔'' ؎١

اِن اِداروں میں ناپختہ کاروں کے لیے کشش کا ہر سامان مہیا تھا، ظاہری رنگارنگی بھی تھی اور فراغت کے بعد سرکاری ملازمتوں کی دل فریبی بھی جس کے نتیجے میں جدید تعلیم اور اُس کا طریق کار تیزی کے ساتھ شہر شہر اور قریہ قریہ رواج پانے لگا، یوں تو اُس دور کے سب ہی اَکابر علماء ملکی حالات اور مسلمانوں کی قومی اَبتری سے پریشان تھے مگر ضرورت تھی کہ کوئی فولادی عزم و حوصلے والا مردِ خدا کھڑا ہو اور اپنی فکری بصیرت سے اَنگریزی اِستعمار کے اِس طویل منصوبے کو ناکام بنانے کا حل پیش کرے اور اِن مساعد حالات میں اِسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کے لیے سامنے آئے لہٰذا حضرت نانوتوی اور اُن کے رُفقاء نے توفیقِ اِلٰہی کے مطابق اپنی رسا فکر اور دُور بیں نظر سے ایسا حل تلاش کیا جو اِن حالات میں واحد تعمیری طریق تھا اور قوم کو ذہنی غلامی سے نجات دلانے کا کیمیا اَثر نسخہ تھا اور وہ حل تھا علاج بالمثل کا کہ جدید تعلیم کے اَثر کا جواب طریقِ تعلیم سے دیا جائے یعنی اگر مغربی تعلیم تاریخ و اَسلاف سے بیگانہ بنا رہی ہے اور اُن کے اَندر مذہب بیزاری کا بیج بو رہی ہے تو اِسی تعلیمی راہ سے مسلمانوں کو اِس زہر سے بچایا جائے اور دینی تعلیم کے مراکز قائم کر کے مسلم بچوں میں اِسلام پسندی اور اِسلامی اقدار کے اِحترام و تحفظ کا جذبہ بیدار کیا جائے۔

اِس بنیادی تصور کے ساتھ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن رسا نے اِس راہ کی مشکلات پر غور کرتے ہوئے توفیقِ خداوندی سے اِس تحریک کا آغاز ایک چھوٹی سی گمنام بستی ''دیوبند'' کی چھوٹی سی مسجد ''مسجد چھتہ'' سے کیا تاکہ اَنگریز حکومت کو اِس کے بارے میں شک و شبہ نہ ہو اور اُن کی نظر نہ لگنے

؎١ تاریخ دارُالعلوم دیوبند، سیّد محبوب رضوی ج ١ ص ۴۸۲، ۴۸۳۔

پائے جو اِن کی حکمت و دانائی اور کمالِ بصیرت کی واضح دلیل ہے۔ اِسی طرح اُن کے روشن دماغ نے آزاد تعلیم کے لیے آزاد ذریعۂ آمدنی کا نکتہ بھی ڈھونڈ نکالا یعنی عوامی مدرسے کے مصارف عوامی چندے سے پورے ہوں جو سرتاپا اَخلاص پر مبنی ہوں اور دینے والا اپنا پیسہ اِحسان جتا کر نہ دے بلکہ اِس کو توشۂ آخرت سمجھ کر دے اور اِس طرح خود ہی پیسہ دے کر خود کو مدرسے کا اِحسان مند قرار دے کہ اِس اِنفاق و اِمداد کی وجہ سے اُس کی آخرت سنور سکتی ہے۔ اِسی بنیادی نقطہ کے ساتھ ۳۰/مئی ۱۸۶۶ء مطابق ۱۵/محرم الحرام ۱۲۸۳ھ بروز جمعرات دارُ العلوم دیو بند کا قیام عمل میں آیا، پھر مدرسہ شاہی مراد آباد، مظاہر العلوم سہارنپور، مدرسہ منبع العلوم گلاؤٹھی بلندشہر، اِسی طرح اَمروہہ، میرٹھ اور دیگر کئی شہروں میں حضرت نانوتوی کے ذریعہ سے قائم کیے ہوئے اور اِس کے بعد اِسی تحریک کے تحت پورے ہندوستان میں مدارس کا جال پھیلا کر انگریزوں کے ناپاک منصوبے کو ناکام بنایا گیا۔

یقیناً حضرت نانوتوی کے اندر حمیتِ دینی اور غیرتِ اِسلامی ہی کا وہ جوہر تھا جس نے آپ کو ایک میدان میں ناکامی کے بعد بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا بلکہ آپ نے ہمت کے ساتھ ساتھ حکمت وبصیرت سے کام لیتے ہوئے دُوسرا مورچہ سنبھالا تاکہ اِس کے ذریعہ حفاظتِ دین کا کام بھی ہو اور پہلے مورچہ کے لیے اَفراد بھی تیار ہو سکیں۔

حضرت مولانا مناظر اَحسن صاحب گیلانی رحمۃ اللہ علیہ قیامِ دارُ العلوم کے مقصد کو واضح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :

> "۱۸۵۷ء کی کشمکش کی ناکامی کے بعد قتال اور آویزش کے نئے محاذوں اور میدانوں کی تیاری میں آپ کا دفاغ مصروف ہو گیا۔ دارُ العلوم دیو بند کا تعلیمی نظام اِسی لائحہ عمل کا سب سے زیادہ نمایاں اور مرکزی و جوہری عنصر تھا۔"[1]

---

[1] سوانحِ قاسمی ج ۲ ص ۲۲۳

پھر چند صفحات کے بعد اِس سلسلے میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا :

''حضرت الاستاذ (حضرت نانوتویؒ) نے اِس مدرسہ کو کیا درس وتدریس تعلیم وتعلم کے لیے قائم کیا تھا ؟ مدرسہ میرے سامنے قائم ہوا جہاں تک میں جانتا ہوں ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کی ناکامی کے بعد یہ اِدارہ قائم کیا گیا کہ کوئی ایسا مرکز قائم کیا جائے جس کے زیرِ اَثر لوگوں کو تیار کیا جائے تاکہ ۵۷ء کی ناکامی کی تلافی کی جائے، آخر میں فرمایا صرف تعلیم وتعلم ، درس وتدریس جن کا مقصد اور نصب العین ہے میں اُن کی راہ میں مزاحم نہیں ہوں لیکن میں نے اپنے لیے تو اُسی راہ کا اِنتخاب کیا ہے جس کے لیے دارُ العلوم کا یہ نظام میرے نزدیک حضرت الاستاذ نے قائم کیا تھا۔'' (سوانح قاسمی ج ۲ ص ۲۲۶)

خانوادۂ قاسمی کے چشم و چراغ حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی دامت برکاتہم اِسی مقصد کو بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :

''حضرت الامام (حضرت نانوتویؒ) نے اپنی فراست آمیز اِسلامی سیاست سے اپنا محورِ فکر ملت کی اُن فطری صلاحیتوں کو بنایا کہ جو عہدِ مغلوبیت میں مستور تو ہوسکتی ہیں لیکن معدوم نہیں ہوتیں اور قیادتِ سلیمہ پر بھر پور اِعتماد کے ساتھ یہ صلاحیتیں بروئے عمل آنے کے بعد شکست خوردگی کے بجائے ''ہمت آفریں شعور'' ذلت ومغلوبیت کے بجائے حوصلہ مندانہ عزم، رفعت پسندانہ اِقدامات کے نتائج کے بارے میں شکوک وشبہات کے بجائے کامیابی کا یقین اور بااِقتدار معاند قوتوں کے سامنے خود سپردگی کے بجائے غیرت مندانہ موقف اِستقامتِ قومی زندگی کے دھارے میں اِنقلاب برپا کرنے کا ایسا مؤثر ذریعہ بنتے ہیں کہ جس کا اَدنیٰ تصور

بھی مغلوبیت و مفتوح ملت کو محض پست فکری اور یاس و نااُمیدی سے نکالنے کے طرزِ قیادت میں متصور نہیں ہوسکتا۔'' [1]

سب کا حاصل یہی ہے کہ حضرت نانوتوی نے سامراجی تسلط سے آزادی حاصل کرنے، اُس کے نظامِ تعلیم کے ذریعہ تہذیب و تشخص کو مٹانے کے ناپاک منصوبے کو ناکام بنانے اور اعلاءِ کلمة اللہ کو اپنی زندگی کا مقصدِ اَوّلین بنایا اور میدانِ شاملی کے بعد اِس کا بہترین حل تلاش کرتے ہوئے دارُ العلوم دیوبند کی بنیاد رکھی اور قیامِ مدارس کی تحریک شروع کی۔

تیسرے محاذ کے سلسلے میں مذکور اِشارہ پر اِکتفاء کرتے ہوئے یہاں آپ کی دینی حمیت کے ایک اور اہم پہلو کی طرف توجہ دلانا مناسب معلوم ہوتا ہے اور وہ ہے جنگِ بلقان کے مجاہدین کا مالی تعاون اور اُس میں شرکت کے مقصد سے حجاز کا سفر۔

جنگِ بلقان کے مجاہدین کی اِعانت و اِمداد :

حضرت نانوتوی کی حمیتِ دینی اور غیرت ملی کا ایک بہت اہم باب جنگِ بلقان میں مجاہدین کی مالی اِمداد و تعاون اور اِس جہاد میں بنفسِ نفیس شرکت کے مقصد سے حجاز کا سفر ہے جو اِتفاق سے مشہور نہیں ہوا یعنی جب نکولس کے بیٹے الیگزینڈر دوم شاہِ رُوس نے مارچ ۱۸۵۶ء/ رجب ۱۲۷۳ھ کے صلح نامے کے باوجود بغیر کسی معقول وجہ کے ترکی (عثمانی) حکومت کی فوج پر اچانک ۱۸۷۴ء/۱۲۹۴ھ میں ایک بڑا حملہ کر دیا تو ترکی فوج کو مقابلہ میں سخت پریشانی ہوئی اور یکے بعد دیگرے بلقانی ریاستوں کے علاقے عثمانی خلافت کے ہاتھوں سے نکلتے چلے گئے، اِسی موقع پر حضرت نانوتوی اور اُن کے رُفقاء سر بکف میدان میں آئے اور اُن کی حمایت کے لیے مالی اِمداد و تعاون کے ساتھ ساتھ حجاز، پھر وہاں سے ترکی حکومت کے زیرِ اِنتظام جنگ کے میدان میں جانے کا فیصلہ کیا، اگرچہ وہ حجاز ہی سے حالات کا جائزہ لے کر واپس آ گئے۔ حضرت مولانا نور الحسن راشد صاحب کاندھلوی لکھتے ہیں :

---

[1] حجة الاسلام الامام محمد قاسم نانوتوی حیات، اَفکار، خدمات (مجموعہ مقالات حجة الاسلام سیمینار) دُوسرا ایڈیشن ۲۰۰۷ء، تنظیم اَبنائے قدیم دارُ العلوم دیوبند نئی دہلی ص ۶۲، ۶۳۔

''اُس وقت (۱۸۵۶ء) تو صلح نامہ ہوگیا تھا مگر بعد میں رُوس نے سمجھا کہ یہ صلح نامہ اُس کے اِرادوں کے راستہ میں ایک بڑی رُکاوٹ ہے اِس لیے اُس نے بغیر کسی معقول وجہ کے عثمانی (ترکی) حکومت کی فوج پر ۱۸۷۴ء/۱۲۹۴ھ میں ایک اور بڑا حملہ کردیا، ۱۸۵۶ء کے معاہدہ کی وجہ سے اِس طرح کے کسی حملہ کی اُمید نہیں تھی اور یہ حملہ اَچانک ہوا جس کی وجہ سے ترکی فوج اور مقامی ریاستوں کے ذمہ داروں اور فوجی اَفسروں کو مقابلہ میں سخت پریشانی کا سامنا ہوا، اِس پریشانی کو اُن ریاستوں کے درمیان سخت اِختلافات اور باہمی پنجہ کشی نے بہت بڑھا دیا تھا جس کے نتیجہ میں ایک کے بعد ایک بلقان ریاستوں کے علاقے ترکی حکومت کے ہاتھوں سے نکلتے چلے گئے، یہی وہ موقع تھا جب ہندوستان کے علماء کے قائدین سربکف میدان میں آئے اور مشرقی یورپ کے مسلمانوں کی حمایت لیے حجاز، وہاں سے ترکی حکومت کے زیرِ اِنتظام جنگ کے میدان میں جانے کا فیصلہ کیا۔''[1]

حضرت نانوتوی رحمة اللہ علیہ جو دینی غیرت کے پتلے اور خود کو عالمی ملی کارواں کا ناچیز خادم اور معمولی حصہ سمجھتے تھے، اِس حادثہ سے شاید سب سے زیادہ متاثر ہوئے چنانچہ حضرتؒ ہی کی سربراہی اور سرپرستی میں یہ اہم اور تاریخی فیصلہ کیا گیا کہ ہم سب خلافتِ اِسلامیہ اور مشرقی یورپ کے مسلمانوں کی مدد کے لیے جو کچھ بھی کرسکتے ہیں اُس کے لیے بھرپور کوشش کریں گے اور اِس تعاون و کوشش کی دو صورتیں ہوسکتی تھیں۔

(۱) مشرقی یورپ کے مسلمان مجاہدین اور ترکی فوج کے جوانوں اور جنگ کے شہداء کے یتیموں اور بیواؤں کی مالی اِمداد جس سے اُن کے حوصلوں میں توانائی آئے اور وہ خود کو تنہا محسوس نہ کریں

---

[1] قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اَحوال و آثار و باقیات، حضرت مولانا نور الحسن راشد صاحب کاندھلویؒ، طبع اَوّل ۲۰۰۰ء مکتبہ نور کاندھلہ، مظفر نگر یوپی، ص ۹۵، ۹۶۔

اور اُن کو یاد رہے کہ ہندوستان میں بھی اُن کے دینی بھائی موجود ہیں جو اُن کی مصیبت کے موقع پر اُن کے ساتھ اور اُن کے رنج و اَلم میں برابر کے شریک ہیں۔

لہٰذا اِس کے لیے حضرت نانوتوی اور اُن کے رُفقاء نے عام مسلمانوں سے بڑی رقم اکٹھی کر کے بابِ عالی (مرکزی حکومت ترکی، اِستنبول) بھجوانے کی کوششیں شروع کیں۔ حضرت نانوتوی نے سب سے پہلے مدرسہ دیوبند (دارُالعلوم دیوبند) کے سب ذمہ داروں، مدرسین، طلباء اور اہلِ قصبہ دیوبند سے تعاون کی درخواست کی، اِس کے علاوہ اپنے سب شاگردوں، متوسلین، نیاز مندوں اور مدرسہ کے ذمہ داروں کو اِدھر متوجہ فرمایا اور دیوبند، نانوتہ، گنگوہ، تھانہ بھون، کاندھلہ اور اَطراف کے قصبات اور شہروں کے علاوہ دُور دراز شہروں میں بھی اِس درخواست کی غیر معمولی پذیرائی ہوئی۔ صرف دیوبند قصبہ، دارُالعلوم دیوبند کے اَساتذہ منتظمین اور طلباء نے تقریبًا دو ہزار روپے پیش کیے، دیوبند سے پانچ مرتبہ تعاون کی رقم فراہم ہوئی جو ترکی حکومت کے قونصل مقیم ممبئی کو بھیجی گئی، اُن میں سے ہر ایک قسط میں طلباء شامل تھے، دیوبند کے ضلع سہارنپور میں حضرت مولانا اَحمد علی صاحب محدث سہارنپوری اور مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی وغیرہ اُس کی رہنمائی فرما رہے تھے اور گنگوہ میں اِس تحریک کو حضرت مولانا رشید اَحمد صاحب گنگوہی کی سرپرستی و نگرانی حاصل تھی اِس لیے اِن علاقوں اور اِن کے اِطراف سے بڑا چندہ ہوا جو کئی قسطوں میں قونصلر حکومت ترکی کو ممبئی بھیجا گیا۔

اِن قسطوں کی تفصیلات اور قونصلر کی طرف سے رسیدیں اور شکریہ کے خطوط ایک دستاویز ''رُوداد چندۂ بلقان بہ سرپرستی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی'' میں موجود ہیں جسے حضرت مولانا نورالحسن راشد صاحب کاندھلوی نے اپنی کتاب '' قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اَحوال و آثار و باقیات'' میں شامل کر کے شائع کیا ہے۔

اِس تحریک کو پورے ملک سے جو تعاون ملا وہ غالبًا ہندوستان کی اُس وقت تک کی مِلّی تاریخ کا سب سے پہلا اور عظیم ترین تعاون تھا، وہ رقم جو ہندوستان کے بے کس، غریب مسلمانوں نے گھر گھر،

بستی بستی سے جمع کر کے بھجوائی تھی وہ بارہ لاکھ روپے تھے جو اُس زمانے کے لحاظ سے تو بہت بڑی رقم تھی اُس زمانے کے اَوسط اور قوتِ خرید کو دیکھئے تو یہ رقم آج کل کے لحاظ سے دس کروڑ سے بھی زائد ہوگی۔ اِس قدر بڑی رقم کا فراہم کر لینا آج بھی آسان نہیں مگر یہ حضرت نانوتویؒ اور اُن کے رُفقاء کی حمیتِ دینی اور اُن کے جذبۂ اخلاص کا اَثر تھا کہ عام مسلمانوں کی طرف سے یہ بڑی مہم سراَنجام پائی اور چندہ کی اِس خطیر رقم کے بارے میں حضرت مولانا نورالحسن راشد صاحب کاندھلویؒ لکھتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ اِس رقم میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی اہلیہ کے زیوروں کی قیمت بھی شامل تھی جس کی مالیت تقریبًا دولاکھ روپے تھی، یقینًا یہ حضرت نانوتویؒ کے ملتِ اِسلامیہ کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے جذبہ کا اَثر تھا ورنہ کسی عورت کے لیے اپنے اِس قدر مہنگے زیورات سے دستبردار ہونا کوئی آسان بات نہیں تھی۔

اِعانت ومدد کی دُوسری شکل :

اِس اِعانت ومدد کی دُوسری شکل یہ تھی کہ خود موقع پر میدانِ جنگ میں جا کر اُس جماعت اور قافلۂ جہاد میں شریک ہوں، قافلۂ اِیمان کو اپنے لہو سے سیراب کریں اور چمنِ اِسلام کو اپنی جان دے کر شاداب فرمائیں لیکن عوام کو اِس کی ترغیب نہیں دی گئی اور اُن کے لیے مالی تعاون کو کافی سمجھا گیا جیسا کہ اُن کی تحریروں میں صاف طور پر اِس کا تذکرہ ملتا ہے۔ اب اِس منصوبے پر عمل کرنے کے لیے سب سے بہتر صورت یہی ہو سکتی تھی کہ سفرِ حجاز پر جائیں اور وہاں کے حالات کا مشاہدہ کر کے سفر کے دُوسرے مرحلے کی تیاری کریں اِس لیے سفرِ حج کا اِرادہ کر لیا گیا اور اُس کارواں میں جو نئی منزلوں کا مسافر بن کر سفر کے لیے روانہ ہو رہا تھا نامور علماء کی کثیر تعداد شریک تھی، اُس سفر سے متعلق روایات واِطلاعات اگرچہ واضح نہیں ہیں کہ یہ سفر کیوں اور کن مقاصد کے لیے ہو رہا تھا مگر اِس کا عام طور سے اَندازہ تھا کہ علماءِ ہند جہاد کے اِرادے سے سفرِ حج پر جا رہے ہیں اِس لیے جیسے ہی یہ خبر عام ہوئی لوگ جوق دَرجوق اِن حضرات کی رفاقت کے لیے کھڑے ہوئے اور ایسا رُجوعِ عام ہوا کہ ساتھ جانے کے لیے سو سے

زائد اَصحاب شروع سفر سے ساتھ تھے، حضرت مولانا عاشق اِلٰہی صاحب تحریر فرماتے ہیں :

''عام اہلِ اِسلام نے جب دیکھا کہ دفعتاً خلاصہ ہندوستان بجانب حجاز جارہا ہے اور اِس وسیع ملک کی سرتا پا چمکدار نورانی مشعلیں عرب کی طرف روانہ ہورہی ہیں تو ایک ہلچل مچ گئی اور جس سے بھی ہوسکا وہ معیت وہمرکابی کے لیے تیار ہوگیا اِس لیے بطورِ خود لوگوں کے ذہنوں میں یہ خیال پیدا ہوگیا کہ یہ حضرات اپنی معاونت کے لیے بہ حیلہ سُفرِ حجاز حقیقت میں ملکِ رُوم کا سفر کررہے ہیں۔ ترکی سلطنت کی طرف سے والنٹیر جماعت میں شامل ہوکر مجاہد فی سبیل اللہ بنیں گے اور جس کے نصیب میں مقدر ہے جامِ شہادت پی کر حیاتِ اَبدی حاصل کرے گا۔ [1]

یہاں رُک کر ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب سب لوگ اِسی خیال سے اِس سفر میں ساتھ جارہے تھے اور قافلہ سالار اَصحابِ علم وفضل کو اِس کا خوب علم بھی تھا کہ اِن سب کو یہ خبر ملی ہے اور یہ اِسی مقصد سے ہمارے ساتھ سفر کررہے ہیں لیکن اگر یہ اِطلاع غلط تھی تو یہ اُمید نہیں کی جاسکتی کہ حضرات علماءِ کرام نے جان بوجھ کر سچ بات کو چھپایا ہو یا اپنے متوسلین اور مخلص نیک مسلمانوں کو اَندھیرے یا فریب میں رکھنا پسند کیا ہو، بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ اِطلاع صحیح تھی اور زبانِ خلق نقارۂ خدا کی ترجمان تھی۔

حضرت نانوتوی نے مسلمانوں کی غیرت کو کس طرح جگایا اور اپنے سینے میں لگی ہوئی آگ کی حرارت سے لوگوں کے دلوں میں موجزن اِیمان کی چنگاری کو کس طرح سُلگایا اِس کا کچھ اَندازہ حضرت کی تحریروں سے ہوتا ہے کیونکہ اُنہوں نے ترکی کی حمایت کا فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر اور علم واِستدلال کی روشنی میں کیا تھا اور اِس سلسلے میں مسلمانوں کی غیرتِ دینی کو جگانے اور پوری ملت کو آواز لگانے کے لیے اُنہوں نے تین تحریریں بھی لکھی تھیں اُن میں سے دو تحریریں مولانا نورالحسن راشد صاحب نے اپنی کتاب

---

[1] تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۲۲۹۔

''قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اَحوال وآثار وباقیات'' میں شامل کر کے شائع کی ہیں اور ایک کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ مجھے نہیں ملی چونکہ حضرتؒ کی اِن تحریروں میں علم کی گہرائی، اِستدلال کی ندرت وقوت کے ساتھ ساتھ دینی حمیت، ملی غیرت، جذبۂ جہاد اور جہد وعمل کی ایک داستان اور دفتر پوشیدہ ہے اِس لیے بطورِ نمونہ اُس کے دو اِقتباسات پیش کیے جا رہے ہیں، اِس کتابچہ میں حضرت نانوتویؒ نے سب سے پہلے ترکی پر رُوس کی یورش اور اُس کے نقصانات کا تذکرہ کیا ہے پھر مسلمانوں کی دینی غیرت کو جگاتے ہوئے لکھا ہے کہ :

''دُنیا چند روز ہے یہ وقت پھر نہ ملے گا، اگر کسی اور وجہ سے تم کو حرارت نہیں آتی تو کیا یہ بات بھی باعثِ سرگرمی نہیں کہ مکہ معظّمہ میں خانۂ کعبہ اور مدینہ منورہ میں روضۂ مطہرہ جو اِس عز وشرف کے ساتھ آج تک موجود ہیں تو سلطانِ رُوم ہی کی بدولت یہ حفاظت ہے، اگر خدانخواستہ سلطانِ رُوم کو بوجہ ہجوم اَعداء اِس تنہائی میں شکست ہوئی تو تم ہی کہو کہ پھر اِن مقاماتِ متبرکہ کا کیا حال ہوگا، تمہارے اِتنے حوصلے نہیں کہ مقابلہ پر جانبازی کرو، اِس لیے لازم ہے کہ اُن کی اِس کفالت کے بدلے کہ وہ مسلمانوں کے پیچھے اِن مقامات کی عزت کے لیے اپنی جان ہار بیٹھے، یہاں تک کہ ہزاروں تلف ہوگئے، اِتنا ہی کرو کہ تھوڑا تھوڑا روپیہ جمع کر کے اُن یتیموں اور زخمیوں کی خبر لو۔ علاوہ اَزیں سلطان بذاتِ خود مع اپنے شہزادوں کے دربدر رُوم کی لڑائی کے لیے چندہ مانگتے پھرتے ہیں، کیا تمہیں اِس خبر کو سن کر بھی غیرت نہیں آتی، دُور دُور کے لوگ ترکوں کی ہمدردی اور دردمندی میں بے قرار ہیں مگر تم کو ہزاروں کے خون اور ہزاروں کے یتیم اور بیوہ ہو جانے کی خبر پر بھی غیرت نہیں، اللہ رے صبر وتحمل اِتنے بڑے صدمہ پر نہ اُف ہے نہ آہ ہے ! خداوند قاضی الحاجات حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اَب تک سب کی حاجت روائی

کرتا رہا بلکہ علاوہ حاجت روائی تمہارے خوشنودیٔ خاطر (کے لیے) کیسی کیسی لذتوں کی چیزیں بنائیں اور اُس زمانہ سے لے کر آج تک کبھی دریغ نہیں کیا، خداوندِ عالم نے اُس زمانہ سے لے کر ایسے ایسے اِحسان کیے اور کیے چلا جاتا ہے اور تمہارا ہمارا حال یہ ہے کہ جان چُراتے پھرتے ہیں، نہ جان دے سکیں نہ مال دے سکیں، جب سے ہندوستان میں اِسلام آیا اُس روز سے لے کر کبھی اِسلام کی تقویت یا حفاظت کا خرچ یا حرمین شرفین کی تعمیر یا حفاظت کا خرچ کسی مسلمان کے ذمہ نہیں پڑا، ایک یہ خرچ آیا ہے سو اِس میں یہ پہلو تہی ہے، کچھ خدا سے حیا کرو کیا اُس کے اِحسانات ِ بے پایاں کا یہی بدلہ ہے، کیا اُس کے اِن اِنعاماتِ بیکراں کا یہی صلہ ہے، اُسی کے مال میں سے اُسی کے کام میں دریغ، اِس سے زیادہ اور کیا بے حیائی ہوگی، خدا کے کام میں بہانہ مت کرو، ایسا نہ ہو کہ خداوندِ عالم کسی بہانہ سے اپنے اِحسانوں میں دریغ کرنے لگے۔''[1]

پوری تحریر کا خلاصہ حضرت الامامؒ ہی کے الفاظ میں یہ ہے :

''اِس لیے یہ گزارش ہے اگر خدا کی مغفرت کے اُمیدوار اور اُس کے حبیب ﷺ کی شفاعت کے خواستگار ہو تو حرمین شریفین کی حفاظت میں جان نہیں مال ہی سے مدد کرو، بالکل بے حیا نہ بنو، کچھ تو شرم کرو اَوروں سے نہیں شرماتے تو خدا اور رسول ﷺ ہی سے شرماؤ، یوں ہاتھ سے مال جو ہاتھ کا میل ہے نہیں چھوٹتا، تو اُن ننھے ننھے بچوں کی آہ وزاری پر رحم کرو جن کے باپ خدا کی راہ میں خاک وخون میں تڑپ تڑپ کر مر گئے، اُن بیویوں کی بے کسی ہی پر رحم کرو جن کے خاوند اُن کو چھوڑ کر خدا کی راہ میں اپنا جان ومال نثار کر گئے، یوں بھی غیرت نہیں آتی تو یہی خیال کرو کہ

[1] قاسم العلوم حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ اَحوال وآثار و باقیات ص ۱۱۱، ۱۱۴ (کمپوز) ص ۱۳۴ (عکس تحریر)

ہزاروں غرباء نے باوجود اَفلاس اپنا پیٹ کاٹ کر تھوڑا تھوڑا کر کے ہزاروں روپے جمع کر دیے اور بھی کچھ نہیں ہو سکتا تو زکوۃ ہی عنایت کرو، ایسے مصارف میں زکوۃ بھی جائز ہے، اَلغرض بہانوں کو جانے دو، وقتِ ہمت ہے ٹلانے کا وقت نہیں۔'' ١

یقیناً حضرت نانوتوی کے مذکورہ کارناموں اور تحریروں سے اُن کے اِسلام پر مر مٹنے کے جذبے اور باطل کے مقابلے کے لیے فولادی عزم و حوصلے کا بخوبی اَندازہ ہوجاتا ہے اور اُس دعوے کی بھی تصدیق ہوجاتی ہے کہ اُن کو دونوں رشتوں (نسبی و رُوحانی) سے حضرت صدیقِ اکبر کی حمیتِ دینی اور غیرتِ اِسلامی کا وافر حصہ ملا ہوا تھا۔

آج جبکہ پوری دُنیا میں صہیونی اور باطل طاقتیں اِسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لیے اَنتھک کوششیں کر رہی ہیں، پورا عالمِ اِسلام اُن کے نرغے میں ہے اور خود ہمارے ملک ہندوستان میں برہمنی شاطر دماغ صہیونی لابی کے ساتھ ساز باز کر کے مسلمانوں کے لیے سیاسی، سماجی، اِقتصادی اور فکری ہر اِعتبار سے دائرہ تنگ سے تنگ کرتا جا رہا ہے اور بظاہر وہ روز بروز اپنے مشن اور مقصد میں کامیاب ہوتا نظر آرہا ہے، وہ جب چاہتا ہے فسادات کروا کر سینکڑوں کی تعداد میں ہمیں موت کی نیند سُلا دیتا ہے، ہمارے نوجوانوں کو کسی بھی بے بنیاد اِلزام میں گرفتار کر کے جیلوں میں ٹھونس دیتا ہے، دھماکے وہ خود کرتا یا کرواتا ہے اور ہمیں مار کر پھر ہم ہی کو مجرم بنا دیتا ہے اور اَب تو ہمارے بڑے سے بڑے آدمی پر بھی ہاتھ ڈالنے سے وہ دریغ نہیں کرتا اور ہم ایک عاجز و بے بس کی طرح سوائے چیخنے اور چلانے کے کچھ نہیں کر پاتے یا زیادہ سے زیادہ گیدڑ بھپتیاں کستے ہیں جس کا اُن پر کوئی اَثر نہیں پڑتا یا پھر بھیک کا پیالہ لے کر اُن ہی سے حق و اِنصاف کی بھیک مانگتے ہیں اور وہ سیاسی مصلحتوں کی خاطر کبھی ہمارے پیالہ میں کچھ بھیک ڈال دیتا ہے تو ہم اِسی کو اپنی کامیابی سمجھنے لگتے ہیں اور خوشی کے شادیانے بجا کر ہر ایک سے دادِ تحسین وصول کرنا چاہتے ہیں، سیاسی طور پر ہماری کوئی حیثیت رہ گئی ہے نہ سماجی طور پر، صرف ہم ایک

١ قاسم العلوم حضرت مولانا قاسم نانوتوی اَحوال و آثار و باقیات ص ۱۱۵ (کمپوز) ص ۱۳۷، ۱۳۸ (عکس تحریر)

قُلی کی طرح کسی کو اُتارنے اور دُوسرے کو بٹھا دینے میں مدد کر دیتے ہیں، خود ہم سفر کرنے کے اہل نہیں بنتے یا بننا نہیں چاہتے۔

تعلیمی نظام میں ہمارا کوئی رول نہیں ہے جبکہ اِسی سے فکری ڈھانچہ تیار ہوتا ہے جس کا فائدہ اُٹھا کر برہمنی لابی اپنے مخصوص نظریہ کے فروغ کے لیے اِسلام دُشمنی اور مسلمانوں کی نفرت پر مبنی نصاب و نظام کو کئی صوبوں میں عملی جامہ پہنا چکی ہے اور ملکی پیمانے پر اِس کو لاگو کرنے کی بھرپور کوشش کر رہی ہے اور ہم صرف مدارس کی حد تک کام کرنے کو اپنا فریضہ سمجھنے کی غلطی کر بیٹھے ہیں حالانکہ مدارس میں پڑھنے والے صرف مسلم گھرانوں کے ۴ رفیصد سے بھی کم بچے ہیں اور اُن کو بھی ہم صحیح تعلیم و تربیت سے آراستہ کرنے میں مکمل طور پر کامیاب نہیں ہیں، چہ جائیکہ ہم اپنی پوری نئی نسل کی فکری اِعتبار سے حفاظت کرنے میں کامیاب ہوں اور پھر اگلا قدم بڑھا کر اپنے برادرانِ وطن کو غلط اور صحیح کی پہچان کرا سکیں اور اُن کے اَندر اِسلام اور مسلمانوں کے بارے میں جو غلط فہمیاں ایک منصوبے کے تحت پھیلائی جا رہی ہیں اُن کو دُور کر سکیں۔ اِسی طرح معاشی اور اِقتصادی اِعتبار سے بھی ہم اِنتہائی پچھڑے ہوئے ہیں اِس پر بھی اُسی لابی کا قبضہ ہے اور وہ جان بوجھ کر ذرائع معاش کے اچھے مواقع اور اہم عہدوں تک ہمارے قابل ہونہار نوجوانوں کو (جو کہ بہت کم ہیں) بھی پہنچنے نہیں دیتا۔

خلاصہ یہ کہ ہر شعبہ زندگی میں اُس برہمنی شاطر دماغ نے بڑی چالاکی سے اپنا قبضہ جما رکھا ہے اور ہمیں مسلسل پیچھے دھکیلتا جا رہا ہے جس کی وجہ سے صرف ہم ہی نہیں بلکہ بہت سے غریب بھولے بھالے لوگ بھی ظلم وستم کی چکی میں پس رہے ہیں اور حق و اِنصاف کی بھیک مانگ رہے ہیں نیز اُن کی اُمیدیں ہم سے بھی وابستہ ہیں اور ہم ہیں کہ اپنی غفلت اور خود غرضی و مفاد پرستی کے دبیز پردوں کو چاک کر کے باہر آنے کا نام نہیں لیتے۔

اِن حالات کو بیان کرنے کا مقصد قطعاً یہ نہیں ہے کہ ہم مایوس ہو جائیں اور ہتھیار ڈال دیں کیونکہ حالات تو آتے رہتے ہیں اور اِن ہی حالات سے گزر کر یہ اُمت ہمیشہ کامیابی کی منزلیں طے

کرتی رہی ہے اور نہ اَلعیاذ باللہ کسی پر تنقید یا کسی کی تنقیص ہے کہ دین کا کوئی کام کرنے والا ہی نہیں ہے، اَلحمدللہ کام ہو رہا ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے وہ بھی بہت غنیمت ہے اور یہ عاجز تہ دل سے دین وملت کے تمام خدمت گزاروں کا قدر دان اور شکر گزار ہے بلکہ صرف یہ مقصد ہے کہ اِن حالات میں ہم اپنے اَندر حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے جذبہ (اَیُنْقَصُ الدِّیْنُ وَاَنَا حَیٌّ) کی کوئی چنگاری سُلگانے کی بھرپور کوشش کریں اور ماضی قریب کے اپنے محسن اور خصوصًا برصغیر ہند میں اِسلام اور اِسلامی تعلیمات کی حفاظت کرنے والے بانئ دارُ العلوم دیو بند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی زندگی کو اپنا آئیڈیل بنا کر دین وملت کے لیے اپنی زندگیوں کو وقف کر دینے کا فیصلہ کریں اور حق و اِنصاف کی لڑائی لڑنے اور اپنے حریف یعنی باطل کو شکست دینے کے لیے پوری ہمت وحکمت سے کام لیں کیونکہ جب تک ہمارے اَندر دینی حمیت اور اِسلامی غیرت بیدار نہیں ہوگی اور ہم ظلم و باطل کو اپنا مدمقابل بنا کر اُس سے لڑنے کے لیے کمر بستہ نہیں ہوں گے اُس وقت تک ہماری صفوں میں اِتحاد و اِتفاق پیدا نہیں ہوگا جو ہماری کامیابی کی اصل کنجی ہے ۔شاید (واللہ اعلم بالصواب) اِسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے صحابۂ کرامؓ کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے ﴿رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ﴾ سے پہلے ﴿اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ﴾ کا تذکرہ کیا ہے کیونکہ یہ بات اِنسانی فطرت میں داخل ہے کہ وہ کسی کو شکست دینا چاہتا ہے اور جب اُس کا حریف باطل بن جاتا ہے تو پھر وہ اَپنوں کے ساتھ شیر وشکر ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہوش کے ناخن لینے کی توفیق دے اور اپنے دین کا درد وغم عطا فرما کر اُس کی خدمت کے لیے قبول فرمالے، آمین۔

اِتباعِ سنت

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری، اِنڈیا ﴾

ایک مسلمان کے لیے سب سے بڑی سعادت کی بات یہ ہے کہ اُس کی زندگی کے تمام شعبے سرورِ عالم حضرت محمد مصطفی ﷺ کی پرنور سنتوں کی روشنی سے منور ہو جائیں، پیغمبر علیہ السلام کا اُسوۂ مبارکہ ہی نہ صرف مسلمان بلکہ تمام اِنسانیت کی کامیابی کی ضمانت ہے، اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا :

﴿ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا﴾ (سُورۃ الاحزاب : ۲۱)

''تم لوگوں کے لیے یعنی ایسے شخص کے لیے جو اللہ سے اور آخرت کے دن سے ڈرتا ہو اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو، اللہ کے رسول میں ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔''

کوئی شخص اگر اللہ تبارک وتعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرے تو اُس وقت تک اُس کا دعویٰ معتبر نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اِتباع والی زندگی نہ گزارے جیسا کہ اِرشاد خداوندی ہے :

﴿ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ط وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ (سُورہ اٰل عمران : ۳۱)

''اے پیغمبر ! آپ اعلان فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میری اِتباع کرو تو خدا تعالیٰ تم سے محبت فرمانے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف فرمادیں گے اور اللہ تعالیٰ بڑے غفور رحیم ہیں۔''

ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ

كُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلاَّ مَنْ اَبٰی قِیْلَ وَمَنْ اَبٰی قَالَ: مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی. (مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان رقم الحدیث ۱۴۳)

''میرے سب اُمتی جنت میں جائیں گے سوائے اُن لوگوں کے جو منکر ہوں، عرض کیا گیا کہ منکر کون ہیں ؟ تو پیغمبر ﷺ نے فرمایا جس نے میری اِطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی وہ منکر ہے۔''

اَلغرض ہر اِنسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی اِطاعت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اِطاعت بھی لازم ہے چنانچہ قرآنِ پاک میں جابجا جہاں اللہ تعالیٰ کی اِطاعت کا تاکیدی حکم دیا گیا وہیں اللہ کے رسول کی اِطاعت بھی ضروری قرار دی گئی چنانچہ ایک جگہ اِرشاد ہے :

﴿ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَیْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ط وَاِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ط وَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلاَّ الْبَلاَغُ الْمُبِیْنُ﴾ (النور : ۵۴)

''اے پیغمبر ! آپ فرمادیجئے کہ اللہ کی اِطاعت کرو اور رسول کا کہا مانو، پھر اگر تم لوگ رُوگردانی کروگے تو اچھی طرح سمجھ لو کہ رسول کے ذمہ وہی (دعوت و تبلیغ کا کام) ہے جس کا اِن پر بار رکھا گیا ہے اور اگر تم نے اِن کی اِطاعت کرلی تو راہ یاب ہو جاؤ گے اور بہر صورت رسول کا کام صرف صاف طور پر (اللہ کا پیغام) پہنچا دینا ہے۔''

اور بھی متعدد آیات میں اِسی طرح کا مضمون جابجا بیان کیا گیا ہے اور بعض آیات میں اِطاعتِ رسول کی تاکید کے ساتھ ساتھ سنت سے رُوگردانی پر سخت وعیدیں بھی سنائی گئی ہیں اور واضح طور پر اُمت کو یہ جتلا دیا گیا ہے کہ حکمِ خدا اور حکمِ رسول کے سامنے آنے کے بعد کسی شخص کے لیے چون و چرا کی کوئی گنجائش نہیں رہتی چنانچہ اِرشاد خداوندی ہے :

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلاَ مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَی اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ط وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلاً مُّبِیْنًا﴾ (سُورۃ الاحزاب : ۳۶)

''اور کسی اِیماندار مرد اور کسی اِیماندار عورت کو اِس بات کی گنجائش نہیں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں پھر اُن مؤمنین کو اُن کے اِس کام میں کوئی اِختیار باقی رہے، اور جو شخص اللہ کا اور اُس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔''

مذکورہ آیاتِ مبارکہ سے بخوبی اَندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ شریعت کی نظر میں اِتباعِ سنت کی کس قدر اہمیت ہے اور اِس سلسلہ میں کوتاہی کتنی بڑی خسارہ کی بات ہے ؟ نبی اکرم ﷺ نے اَحادیث شریفہ میں بھی اِتباعِ سنت کی تاکید بہت زیادہ فرمائی ہے۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن پیغمبر علیہ السلام نے ہمارے سامنے ایسا مؤثر وعظ فرمایا جس سے دل کانپ گئے اور آنکھیں نم ہوگئیں تو ہم نے پیغمبر علیہ السلام سے عرض کیا: یارسول اللہ ! یہ تو گویا کہ اَلوداعی وعظ معلوم ہوتا ہے اِس لیے ہمیں کوئی وصیت فرمادیجئے۔تو آپ نے اِرشاد فرمایا :

اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ وَاِنْ تَاَمَّرَ عَلَیْکُمْ عَبْدٌ ، وَاِنَّہٗ مَنْ یَّعِشْ مِنْکُمْ فَسَیَرَی اخْتِلَافاً کَثِیْرًا ، فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ مِنْ بَعْدِیْ ، عَضُّوْا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ ، وَاِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ کُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ. (رواہ ابوداؤد حدیث: ۴۶۷۰ ، ترمذی: ۲۶۷۶ ، الترغیب والترھیب ۵۸ ، المتجر الرابح ۴۹)

''میں تم کو اللہ سے ڈرنے اور حکام کی فرمانبرداری کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ تم پر کسی غلام کو اَمیر بنادیا جائے اور جو آئندہ زندہ رہے گا وہ بہت اِختلافات دیکھے گا لہٰذا تم میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقہ پر قائم رہنا، اُن پر دانت گاڑ لینا اور نت نئی باتوں سے بچتے رہنا کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔''

اور ایک روایت میں پیغمبر علیہ السلام نے اِرشاد فرمایا :

لِكُلِّ عَمَلٍ شِرَّةٌ وَلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةٌ فَمَنْ كَانَ فَتْرَتُهٗ اِلٰى سُنَّتِیْ فَقَدِ اهْتَدٰی ، وَمَنْ كَانَ فَتْرَتُهٗ اِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ فَقَدْ هَلَكَ. (رواہ ابن حبان، المتجر الرابح ۵۱)

''ہر عمل کا ایک نشاط کا وقت ہوتا ہے اور پھر نشاط کے بعد درمیانی وقت آتا ہے، پس جس کا اِعتدال کا وقت میری سنت پر گزرے تو وہ راہ یاب ہوگا اور جس کا یہ وقت سنت کے علاوہ خرچ ہو تو وہ مارا گیا۔''

اور خاص طور پر جب ماحول میں بگاڑ بڑھ جائے اور سنت پر عمل دُشوار ہو جائے یعنی سنت پر عمل کرنے والے کے لیے معاشرہ میں رہنا دُشوار ہو اور اُسے سنت کی وجہ سے ناگوار تبصرے سننے پڑیں تو ایسے ماحول میں جو شخص سنت پر مضبوطی سے قائم رہے گا اُس کے لیے بڑی فضیلت ہے چنانچہ ایک روایت میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِرشاد فرمایا :

مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ شَهِيْدٍ.(المتجر الرابح حدیث : ۵۰)

''جو شخص میری اُمت کے بگاڑ کے زمانہ میں میری سنت پر مضبوطی سے قائم رہے گا اُس کو ایک شہید کے برابر ثواب ملے گا۔''

اور بیہقی کے حوالہ سے بعض روایات میں سو شہیدوں کے ثواب کی بات بھی کہی گئی ہے۔(الترغیب والترہیب ص۷۹)

نیز سنت پر عمل کرنے کا ایک بڑا عظیم فائدہ یہ ہے کہ اِس کی بدولت جنت میں پیغمبر کی معیت ورفاقت نصیب ہوگی چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے خادمِ خاص حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ

''بیٹے اگر تم سے یہ ہو سکے تو ضرور کر لینا کہ تمہاری صبح وشام اِس حالت میں ہو کہ تمہارے دل میں کسی شخص کی طرف سے کوئی کینہ نہ ہو، اور یہ بات میری سنت ہے اور جس نے میری سنت سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی تو وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔'' (مشکوٰۃ شریف)

اِس لیے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جہاں تک ہو سکے پیغمبر علیہ السلام کی ہر ہر اَدا اور نقل و حرکت کی عظمت دل میں بٹھائے اور اُس کی اِتباع کی کوشش کرے، سچے عاشق کی پہچان یہی ہے کہ محبوب کی ہر اَدا اُسے اپنی جان سے زیادہ پیاری ہوتی ہے اور وہ محبوب کے طریقہ کے بارے میں کوئی نازیبا کلمہ ہرگز برداشت نہیں کرسکتا، یہی حال ہر مسلمان کا پیغمبر علیہ السلام کی سنتوں کے بارے میں ہونا چاہیے۔ فقہاء نے اِس بات کی صراحت کی ہے کہ ایک معمولی سی سنت کا اِستہزاء اور اِستخفاف اِیمان کے لیے خطرہ کی بات ہے، بریں بنا اگر سنتوں پر عمل کرنے میں کوئی کوتاہی ہو رہی ہو تو اُس محرومی پر جسارت اور جرأت کے بجائے ندامت اور شرمندگی کے جذبات ہر مسلمان میں ہونے چاہئیں تاکہ یہ شرمندگی کسی نہ کسی دن مردہ ضمیر کو جھنجوڑنے کا سبب بن جائے۔

افسوس ہے کہ آج مسلم معاشرہ میں غیر قوموں کا تو ہر طریقہ مقبول اور پسندیدہ بنتا جا رہا ہے لیکن ہمارے آقا و مولیٰ محسن اِنسانیت، فخر عالم حضرت محمد مصطفی ﷺ کے مبارک طریقوں کو خود ہم ہی فراموش کرتے چلے جا رہے ہیں، اِس صورتِ حال پر جس قدر بھی افسوس کیا جائے کم ہے، ابھی بھی وقت ہے ہمیں مشن بنا کر سنتوں کو زندہ کرنے کی مہم چلانی چاہیے تاکہ ہر سطح پر ہمیں کامیابی ملے اور نصرتِ خداوندی کے دروازے کھل جائیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِحیاءِ سنت کی خدمت میں مرتے دم تک لگے رہنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔ ✡ ✡ ✡

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ ایک بڑے میاں جنہیں قبیصہ کہا جاتا تھا وہ حضور ﷺ کے پاس آکر کہنے لگے کہ مجھے کوئی ایسی دُعا بتلا دیں جو مجھے دنیا و آخرت میں نفع دے آپ ﷺ نے فرمایا دُنیا کے نفع کے لیے تو یہ ہے کہ جب تم صبح کی نماز پڑھ چکو تو تین مرتبہ یہ کلمات کہہ لیا کرو

سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

اِس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہیں چار بیماریوں سے بچائیں گے (۱) جذام (۲) پاگل پن (۳) اَندھا پن (۴) فالج (ابوداوٗد بحوالہ مشکوٰۃ ص ۲۱۱)

گلدستۂ اَحادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

اگر کسی مسلمان کے تین بچے فوت ہوگئے تو وہ اُس کے لیے آگ سے حجاب بن جائیں گے:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ جَاءَ تِ امْرَأَۃٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ذَھَبَ الرِّجَالُ بِحَدِیْثِکَ فَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ نَّفْسِکَ یَوْمًا نَأْتِیْکَ فِیْہِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَکَ اللّٰہُ ، قَالَ اجْتَمِعْنَ فِیْ یَوْمِ کَذَا وَکَذَا فِیْ مَکَانِ کَذَا وَکَذَا فَاجْتَمَعْنَ فَاَتَاھُنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَعَلَّمَھُنَّ مِمَّا عَلَّمَہُ اللّٰہُ ثُمَّ قَالَ مَامِنْکُنَّ امْرَأَۃٌ تُقَدِّمُ بَیْنَ یَدَیْھَا مِنْ وَّلَدِھَا ثَلٰثَۃً اِلَّا کَانَ لَھَا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَأَۃٌ مِّنْھُنَّ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَوِاثْنَیْنِ قَالَ فَاَعَادَتْھَا مَرَّتَیْنِ، ثُمَّ قَالَ وَاثْنَیْنِ وَاثْنَیْنِ، وَاثْنَیْنِ.

(اَبوداؤد ج ٢ ص ٩٥ باب فی الصفوف علی الجنازۃ ، مشکوۃ ص ١٤٧)

''حضرت اَبوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک دِن) ایک خاتون رسولِ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگیں کہ یارسول اللہ ﷺ مرد حضرات تو آپ کے اِرشادات سے اِستفادہ کرتے رہتے ہیں آپ ایک دن ہمارے لیے بھی مقرر فرمادیجیے تاکہ ہم اُس دن آپ کی خدمت میں جمع ہوجائیں اور آپ ہمیں اُن باتوں کی تعلیم دیں جو اللہ نے آپ کو بتلائی ہیں، آپ نے فرمایا اچھا تم سب فلاں دن فلاں وقت فلاں جگہ اکٹھی ہوجانا، چنانچہ جب سب عورتیں جمع ہوگئیں تو رسولِ کریم ﷺ اُن کے پاس تشریف لائے اور آپ نے اُنہیں وہ باتیں سکھائیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلائی تھیں، پھر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تم میں سے جس نے اپنی اَولاد میں سے تین بچے آگے بھیج دیے (یعنی اُس کے تین بچے فوت ہوگئے) تو وہ بچے اُس کے لیے آگ سے پردہ ہوجائیں گے (یعنی اُسے

دوزخ میں نہ جانے دیں گے) اُن عورتوں میں سے ایک عورت نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اگر کسی عورت کے دو بچے فوت ہوگئے ہوں (تو کیا اُس کے لیے بھی یہی بشارت ہے؟) اُس عورت نے اپنی یہ بات دو بار دوہرائی۔ اِس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس کے دو بچے فوت ہوگئے ہوں، جس کے دو بچے فوت ہوگئے ہوں، جس کے دو بچے فوت ہوگئے ہوں (اُس کے لیے بھی یہی بشارت ہے)۔''

اگر کسی مسلمان ماں باپ کے تین بچے فوت ہوگئے تو اللہ تعالیٰ اُنہیں جنت میں داخل فرمائیں گے :

عَنْ مُعَاذٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُّسْلِمَیْنِ یُتَوَفّٰی لَھُمَا ثَلٰثَۃٌ اِلَّا اَدْخَلَھُمَا اللّٰہُ الْجَنَّۃَ بِفَضْلِ رَحْمَتِہٖ اِیَّاھُمَا فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَوِاثْنَانِ قَالَ اَوِاثْنَانِ، قَالُوْا اَوْ وَاحِدٌ قَالَ اَوْ وَاحِدٌ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّ السِّقْطَ لَیَجُرُّ اُمَّہٗ بِسَرَرِہٖ اِلَی الْجَنَّۃِ اِذَا احْتَسَبَتْہُ .

(مُسند اَحمد ج ۵ ص ۲۴۱ ، مشکوۃ ص ۱۵۳)

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا جن دو مسلمانوں کے (یعنی ماں اور باپ کے) تین بچے مرجائیں تو اللہ اپنے فضل ورحمت سے اُن دونوں کو (یعنی ماں باپ کو) جنت میں داخل فرمائیں گے، صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ جن کے دو بچے مرگئے ہوں (اُن کے لیے بھی یہ بشارت ہے؟)۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں جن کے دو بچے بھی مر جائیں۔ صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا کہ اگر کسی کا ایک بچہ مرجائے (تو اُس کے لیے بھی یہ بشارت ہے ؟) آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اگر کسی کا ایک بچہ بھی مرجائے (تو اُس کے والدین کے لیے بھی یہ بشارت ہے) پھر آپ ﷺ نے فرمایا، قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر کسی عورت کا حمل

ساقط ہوگیا تو وہ بھی اپنی ماں کو اپنی آنول نال کے ساتھ جنت میں کھینچ کر لے جائے گا بشرطیکہ اُس کی ماں نے صبر کیا ہو اور اُس کے گرنے کو اپنے حق میں ثواب شمار کیا ہو۔''

اگر کسی مسلمان کے تین بچے فوت ہو گئے تو وہ اُس کے لیے ایک مضبوط پناہ ہوں گے :

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ (بْنِ مَسْعُوْدٍ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَدَّمَ ثَلٰثَةً مِّنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُو الْحِنْثَ كَانُوْا لَهٗ حِصْنًا حَصِيْنًا مِّنَ النَّارِ فَقَالَ اَبُوْذَرٍّ قَدَّمْتُ اثْنَيْنِ قَالَ وَاثْنَيْنِ قَالَ اُبَیُّ بْنُ كَعْبٍ سَيِّدُ الْقُرَّاءِ قَدَّمْتُ وَاحِدًا قَالَ وَ وَاحِدًا. (ترمذی ج ۱ ص ۲۰۴ باب ماجاء فی ثواب من قدم وَلَدًا، اِبن ماجه ص ۱۶ واللفظ لا بن ماجه ، مشكوة ص ۱۵۳)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنی اَولاد میں سے ایسے تین بچے آگے بھیجے جو اَبھی بالغ نہیں ہوئے تھے تو وہ اُس شخص کے لیے آگ سے ایک مضبوط پناہ ہوں گے (یہ سُن کر) حضرت اَبوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے تو دو بچے آگے بھیجے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا دو بچے بھی (پناہ ہوں گے)، حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ جو سیّد القراء (تمام قاریوں کے سردار) ہیں وہ بولے کہ میں نے تو ایک ہی بچہ آگے بھیجا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اور ایک بچہ بھی (آگ سے پناہ ہوگا)۔''

وفیات

۱۰؍ ربیع الثانی / ۲۱؍ جنوری کو جامعہ مدنیہ جدید کے ناظم اور سفیر اَلحاج قاری غلام سرور صاحبؒ طویل علالت کے بعد ۸۰؍ برس کی عمر پا کر لاہور میں وفات پا گئے۔ تقریبًا پینسٹھ برس پہلے قاری صاحب بانئ جامعہ کی خدمت میں بحیثیت طالب ِعلم حاضر ہوئے اور پھر ہمیشہ کے لیے حضرت اور حضرت کے خاندان اور جامعہ کے لیے اپنی تمام توانائی اور وفاداریاں وقف کر دیں حضرت قاری صاحب کی حضرتؒ اور جامعہ کے ساتھ اِتنی طویل رفاقت کا کوئی ثانی نہیں اللہ تعالیٰ اُن کے اِس مخلصانہ تعلق اور خدمات کا صلہ اپنے شایانِ شان عطا فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور اُن کے صاحبزادگان ڈاکٹر حافظ عبدالواجد صاحب، ایڈووکیٹ رائے عبدالباسط صاحب، حاجی عبدالناصر صاحب، مولانا عبدالماجد صاحب، عبدالقادر صاحب اور تمام اہلِ خانہ کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، اِدارہ اِن سب کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

یکم جنوری کو جامعہ محمدیہ چوبرجی کے مہتمم حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ عارضہ قلب کے سبب اچانک اِنتقال فرما گئے۔

۴؍ جنوری کو جامعہ مدنیہ جدید کے محتسب منشی عبدالرؤف صاحب کی بڑی بہو صاحبہ بوجہ کینسر وفات پا گئیں۔

۱۴؍ جنوری کو جمعیۃ علماء اِسلام پنجاب کے نائب اَمیر اور مدرسہ دارُ القرآن والترتیل کے مہتمم مولانا قاری ثناء اللہ صاحبؒ بوجہ عارضہ قلب مختصر علالت کے بعد اِنتقال فرما گئے۔

۱۷؍ جنوری کو جامعہ اشرفیہ لاہور کے اُستاذ الحدیث حضرت مولانا وکیل اَحمد صاحبؒ شروانی اِنتقال فرما گئے۔

۳۰؍ دسمبر کو حافظ مجاہد صاحب کے بڑے بھائی مختصر علالت کے بعد وفات پا گئے۔

۲۶ رجنوری کو جامعہ مدنیہ جدید کے ناظم جناب سلیم اَحمد صاحب زیدی کے بڑے بھائی جناب ظہیر اَحمد صاحب زیدی مختصر علالت کے بعد کراچی میں وفات پا گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں مرحومین کے لیے اِیصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔ اہلِ اِدارہ جملہ پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

مریض و معالج کے اسلامی احکام

صفحات 432

تالیف

حضرت ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم (ایم بی بی ایس)

رئیس

☆ دارالافتاء جامعہ دارالتقویٰ لاہور

☆ دارالافتاء جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

ڈاکٹر، حکماء، ہومیو پیتھک اور حجامہ معالجین کے ساتھ ساتھ ہر مفتی و دارالافتاء کی ضرورت

ٹیسٹ ٹیوب بے بی، انسانی کلوننگ، پوسٹ مارٹم، قتل ترحم، ایڈز، ڈی این اے، ضبط ولادت، دماغی موت و دیگر قدیم و جدید مباحث کے شرعی احکامات پر مشتمل محقق عالم اور ایم بی بی ایس ڈاکٹر کے قلم سے اردو زبان میں ایک اہم کتاب

ہر بڑے مکتبہ پر دستیاب ہے

ناشر مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد نمبر 1 کراچی

فون: 021-36600896
021-36601817
0321-2259578

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامد رحمہ اللہ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلب ِسڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیز و اَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسب ِاستطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلو میٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ فیکس نمبر 35330311 - 42 - 92+

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اَکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اَکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور